itsurdu.blogspot.com

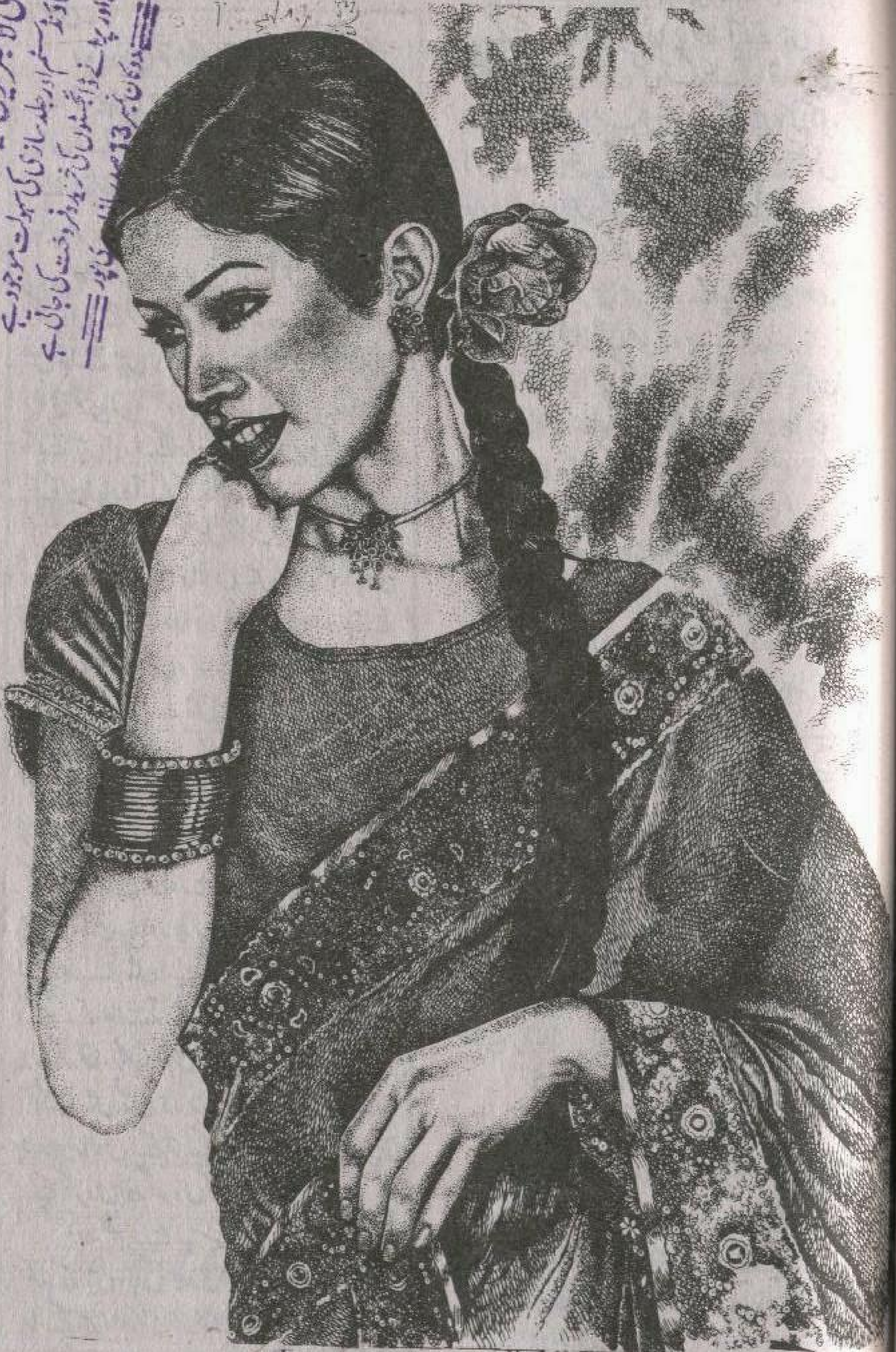

طلسم ہے سردار

سمیرا حمید

یہ شہر سرگودھا ہے اور کہا کمال کی بات ہے کہ آگے پیچھے مالٹوں کے باغات ہیں اور ان باغات کے درمیان ایک پیارا سا گھر ایک چھوٹی سی حویلی اور اس حویلی میں رات کو جلدی سو جانے والے اور صبح دم اٹھ جانے والے لوگ آباد ہیں اور جیسا کہ ایسا کرنے والے ہی راتوں کو جلدی سو جانے والے کچھ کچھ سنت کے پابند اور فرائض میں کوتاہیوں سے پناہ مانگنے والے ہوتے ہیں، بہت ہی پیارے لوگ ہیں اور پیارے لوگوں کے بارے میں تو بہت کچھ ہی کہا جا سکتا ہے بلکہ یہ کہا کافی ہو کہ وہ مالٹوں والی حویلی میں اتنے سارے لوگ اس طرح سے آباد ہیں کہ مالٹوں میں رس اور مٹھاس بڑھتا ہی جاتا ہے، خوشبو ہے کہ سارے میں پھیلتی ہی جاتی ہے، خاندان میں دوست احباب جنہیں چین و قرار نہیں وہ مالٹوں والی حویلی آن آباد ہوتا ہے،

حویلی میں بڑے بڑے کمرے ہیں، برآمدے ہیں، آگے پیچھے دائیں بائیں بہت بڑے احاطے ہیں، درخت گملے، پھول پودے بہت ہیں، پھل کے نام پر باغ کے باغ ہیں، دو دو تین تین دروازوں والے کمرے ہیں،

تازہ پالش، درختوں کی کانٹ چھانٹ، چندنی چارپائیاں، بے شمار موڑھے، یہ احاطے کے لئے اور یہی شادی کے لئے، اس حویلی

مکمل ناول

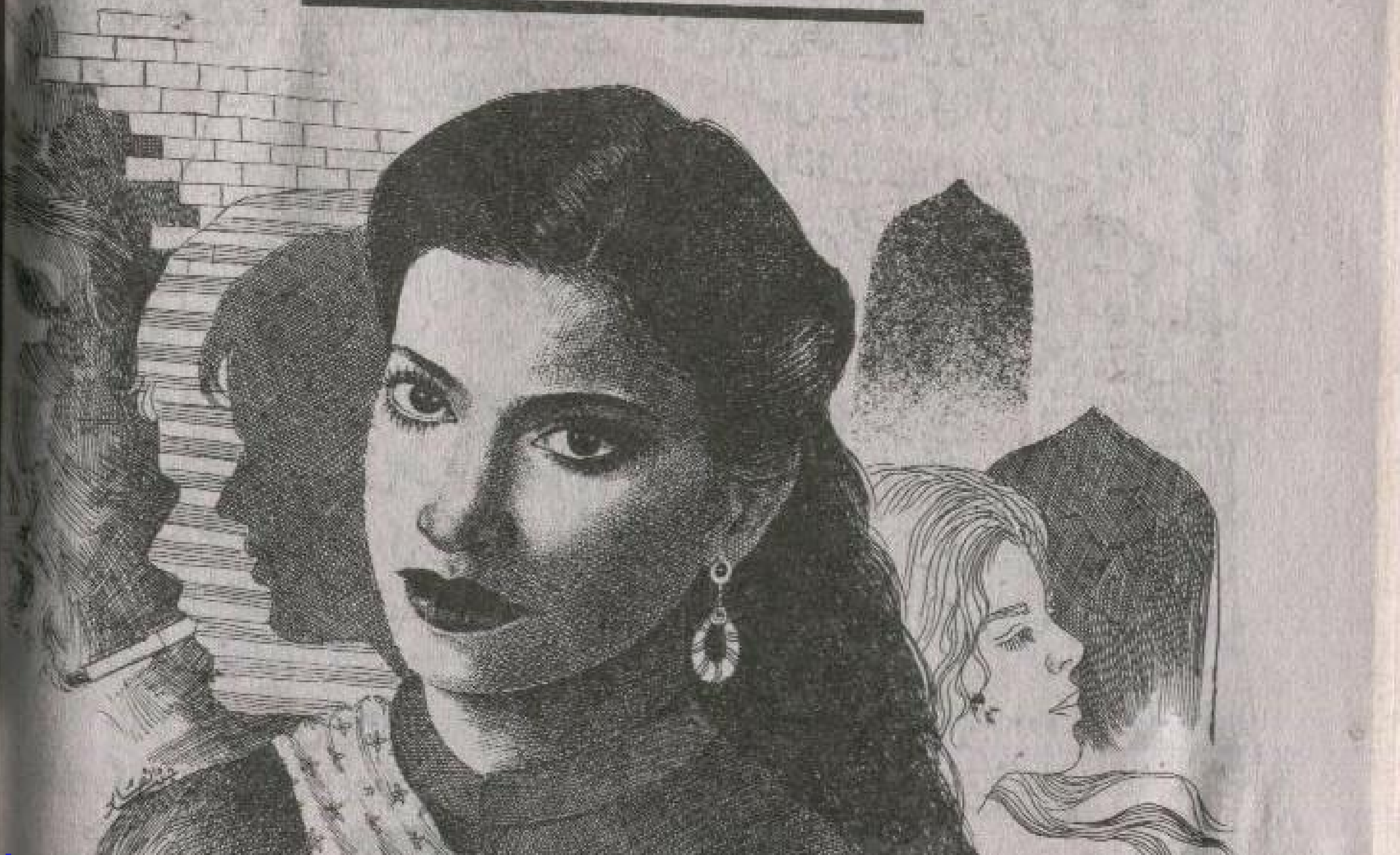

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

میں عنقریب شادی ہونے والی تھی، جمال اور ہاشم کی۔

وہ دونوں تو ابھی آئے بھی نہیں جرمنی سے، تو یہاں حویلی میں رہنے والے اپنے یہاں آنے والوں کو پانی بعد میں پلاتے ہیں اپنے باغات کا فروٹ پہلے کھلاتے ہیں، گرمی یہاں قریب و جوار سے ہو کر حویلی جاتی ہے۔

جاڑوں میں حویلی اور آس پاس کے گھروں کے لڑکے شرطیں باندھ باندھ باغوں میں جاتے ہیں اور دور اندر درختوں کی ٹہنیوں پر اپنی ٹوپیاں، مفلر، دستانے یا موزے باندھ آتے ہیں اور اگلے دن صبح ہی جا کر دیکھتے ہیں کہ کون زیادہ آگے تک گیا۔

بعد کو تو یہ سب کھیل تماشہ ہی لگتا ہے لیکن سردیوں کی ٹھٹھرتی راتوں میں اس کم آبادی والے علاقے اور راتوں کو جلدی سو جانے والے لوگوں میں، رات گئے آوازوں کو دبائے، اندھیرے میں دھند میں، باغ کے اندر دوڑ کر جانا اور اکیلے جانا کوئی کھیل تماشہ نہیں تھا اور پھر جن جگہوں کے بارے میں آئے دن امیاں تائیاں، دادیاں کئی کئی قصے کہانیاں سنائی ہو اور جہاں انہوں نے ہر جن چڑیل، آسیب اور بد روح کو آباد کر رکھا ہو تو ایسے علاقے میں ایسے وقت جانا دوران جنگ دشمن کے علاقے میں گھس جانے سے کہیں بڑھ کر تھا، پھر واپسی پر کپکپاہٹ کو دبانا کہ "نہیں میں نہیں ڈر رہا" پھر یہ آٹھ، گیارہ، پندرہ سالوں کے لڑکے آوازیں دبا کر اپنے اپنے کمروں اور گھروں کو چلے جاتے۔

ذرا ٹھہریئے یہ سب ایک اور کام بھی کرتے ہیں، یہ صبح جلدی اٹھ کر باغ کی طرف بھاگتے ہیں اور کسی درخت کی آڑ میں چھپائے ٹوپی، دستانے یا مفلر کو وہاں سے نکال کر دور آگے تک بھاگ کر ٹہنی پر لٹکا آتے ہیں کہ دیکھو رات میں، میں کتنی آگے تک گیا تھا، ایک دو اتفاقوں میں سب ہی جان گئے ہیں کہ کبھی ڈرپوک صبح ہی نکلتے ہیں لیکن پھر بھی کھیل جاری ہے، اس کھیل میں کسی کا کوئی نقصان نہیں، کسی کا لین نہیں دین نہیں، آیۃ الکرسی پڑھتے وہ کسی قریبی درخت کے پاس چند منٹ کھڑے ہو کر واپس بھاگ جاتے ہیں۔

اس شہر، اس گھر، ان باغوں، ایسا بچپن گزارنا لطف ہے، شرط لگا کر سکول کو بھاگنا، رات دن کھٹے کھانا، مالٹے کے چھلکوں کو آنکھوں میں نچوڑنا، آگ جلا کر گھیرا بنا کر بیٹھ جانا، آنے والوں مہمانوں کے ساتھ مالٹوں کے کریٹ بھیجنا اور ہر آئے گئے کا ہاتھ پکڑ پکڑ باغوں کی سیر کروانے والے، سادہ معصوم، پیارے سے لوگ بہت خوش باش تھے، بیمار بھی ہو جاتے، غصہ بھی کرتے، لڑتے بھی، روتے بھی تھے اور پھر بھی خوش رہتے سکون سے رہتے۔

اب ایسے لوگ اب کہاں ہیں، جو کہتے ہیں "ہاں جی کرم پاک ذات کا، میں خوش باش، سامنے آنے والا کہتا، سنا تمہاری ٹانگ ٹوٹ گئی تھی، دوکان جل گئی، لاکھوں کا نقصان ہوا۔"

"ہاں ٹوٹی تھی راڈ ڈلوا لیا۔"

"دوکان کا کیا کیا؟"

"جس نے پہلے بنا دی تھی وہ رب پھر بنا دے گا۔"

"چلنے میں تکلیف ہوتی ہو گی؟"

"بہت ہوتی ہے۔"

"ڈاکٹر کیا کہتا ہے؟"

"ڈاکٹر کہتا ہے تکلیف جاتی رہے گی۔"

"چھ مہینے ہونے کو آئے کب جائے گی؟"

"کبھی تو چلی ہی جائے گی۔"

"تم سے تو نہ چلا جا رہا ہے نہ بیٹھا، اتنی دیر سے کام بھی کر رہے ہو، اوہ کتنی تکلیف میں ہو تم؟"

"نہیں میں خوش ہوں۔"

تو ایسے ہی وہ سب لوگ خوش تھے، چڑیوں کی طرح چہلیں پہلیں کرتے، کبھی کوؤں کی طرح کائیں کائیں اف اتنا شور۔

آج کل یہ شور اس لئے بھی زیادہ تھا کہ لڑکیوں کے بعد پہلی بار لڑکوں کی شادیاں ہو رہی تھیں، سب نے خاص الخاص تیاریاں کی ہیں، جمال اور ہاشم دونوں سگے بھائی ہیں اور جرمنی سے آ رہے ہیں، ہاشم بڑا ہے، پہلے وہ تین سال سوئیڈن میں کام کرتا رہا جرمنی گیا تو جمال کو بھی بلوا لیا، ایک سال بعد انہیں ایک اچھی کمپنی میں نوکری مل گئی شادی کے لئے انہیں بمشکل چار ہفتوں کی چھٹی ملی تھی اور ان چار ہفتوں میں ہی انہیں پاکستان آنا تھا شادی کرنی تھی اور واپس جانا تھا۔

تایا جی نے دونوں کے لئے لڑکیاں پسند کر لی، دادی نے ہاں کہہ دی جرمنی میں انہیں بتایا اور انہوں نے مان لیا اور اب شادی کی تیاریاں ہو رہی تھی۔

دونوں لڑکیاں چچا زاد بہنیں ہیں، حریم تین بھائیوں کی اکلوتی چھوٹی بہن ہے اور رانیہ کے دو چھوٹے بھائی اور ایک چھوٹی بہن ہے یہ رانیہ کے گھر کی پہلی شادی ہے، جیسے مالٹوں والے چار خاندان ایک ہی حویلی میں رہتے تھے ایسے ہی حریم اور رانیہ بھی ایک ہی

اچھی کتابیں پڑھنے کی عادت ڈالیئے

ابن انشاء

اردو کی آخری کتاب 125/-
خمار گندم 200/-
دنیا گول ہے 225/-
آوارہ گرد کی ڈائری 200/-
ابن بطوطہ کے تعاقب میں 200/-
چلتے ہو تو چین کو چلئے 130/-
نگری نگری پھرا مسافر .... [illegible]
خط انشاجی کے 200/-
بستی کے اک کوچے میں .... [illegible]
چاند نگر 165/-
دل وحشی 165/-
آپ سے کیا پردہ 250/-

ڈاکٹر مولوی عبدالحق

قواعد اردو 200/-
انتخاب کلام میر 60/-

ڈاکٹر سید عبداللہ

طیف نثر 160/-
طیف غزل 120/-
طیف اقبال 120/-

لاہور اکیڈمی، چوک اردو بازار، لاہور

فون نمبرز: 7321690-7310797

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

گھر میں رہتے ہیں، جیسے وہ لوگ تھے ایسے ہی یہ لوگ تھے، چھوٹی چھوٹی باتوں پر بہت خوش ہوتے ہیں، سانحات کا ان کی زندگی سے واسطہ نہیں ہے، ہر حال میں خوش رہنے والے۔

☆☆☆

مہندی والے دن وہ دونوں گھر آئے، رات میں مہندی ہوئی اور اگلے دن حویلی والوں نے لڑکی والوں کے یہاں مہندی لے کر جانا تھا اور اسی ٹولے نے جو باغ میں ٹوپیاں اور مفلر لٹکا آتے ہیں دونوں دلہوں کو تیار کرنا چاہا کہ ساتھ چلیں۔

''دونوں ایک دوسرے کی مہندی لے کر آنے کا بہانہ کر دیں۔''

ہاشم تو نہ مانا لیکن جمال تیار ہو گیا، یہ وہی جمال تھا کہ نوعمری میں تو بہت ہی بگڑ گیا تھا پھر پانچ وقت مسجد جانے لگا پھر ہاشم کا کہا مان لیا اور جرمنی چلا گیا اور جو قسم کھائی اس قسم پر قائم رہنے کے لئے سر توڑ کرتا رہا، سرمئی مائل تقریباً نہ نظر میں آنے والا محراب بھی تھا پیشانی پر۔

شال کندھوں پر ڈال کر وہ لڑکوں کی ٹولی میں جا بیٹھا ان کی الگ جیپ تھی جس پر وہ شور برپا کرتے گئے، ہاشم کی مہندی لے کر آئے جمال نے محفل لوٹ لی جیسے، اس کی آمد کی خبر ہوئی، لڑکیوں نے بھاگ بھاگ کر کل آنے والے دولہے کو آج رات ہی دیکھ لیا، خوب شور اٹھا۔

کمرے میں چند خواتین بھی تھیں تو رانیہ اوپر جاتی سیڑھیوں کی طرف ننگے پیروں بھاگی اس نے پیلے رنگ کا جوڑا پہن رکھا تھا اور پاؤں میں پازیبیں، اسے ایسے بھاگتے دیکھا تو خواتین خوب ہی ہنسی، چند لڑکیاں اسے تنگ کرنے کو اس کے پیچھے لپکی۔

وہ چھت پر آ گئی، چھت پر اندھیرا تھا اور اوپر کھڑے پیچھے سے کوئی نہیں دیکھ سکتا تھا سامنے پھاٹک میں دو سفید بجی سجائی گھوڑیوں کے درمیان اس نے جمال کو بھنگڑے ڈالتے دیکھ لیا، وہ اس کا دولہا تھا اور اسے کل بارات لے کر آنا تھا لیکن وہ آج ہی آ گیا تھا اور اوپر سے اسے دیکھتے دانیہ کا دل چاہا کہ بھاگ کر پہنچ جائے اور اس پر پھول برسائے، بڑھ کر اس کا استقبال کرے، تھوڑا سا جھکے اور اس کے پاؤں چھو لے اور بس اتنی سی ہی دیر لگتی ہے عورت کو مرد کی داسی بننے میں اور وہ بہت شوق سے بنتی ہے، آس پاس کھڑی سہیلیاں دانیہ کو تنگ کر رہی تھیں اور دانیہ مسکرائے جا رہی تھیں۔

''یہ تو تصویر سے بھی زیادہ خوبصورت ہیں۔'' ایک نے کہا۔

''خدا بچائے اس پر تو میرا دل آ رہا ہے۔'' اس کی سہیلی بولی دانیہ دل لگا کر ہنسی۔

''میں نے دولہا بھائی کو بتاؤں گی کہ تم کیسے آنکھیں پھاڑ کر انہیں دیکھتی رہی ہو۔'' خالہ زاد نے ساتھ چٹکی بھری اس کی کمر پر۔

کہاں کی مہندی اور کیسی مہندی سب دولہے کے واری صدقے ہونے لگے، حریم اوپر اپنے کمرے کی کھڑکی میں کھڑی پہلے تو مہندی لانے والوں کو دیکھتی رہی پھر، پھر اس کی نظریں جمال پر ٹک گئیں اور وہ جامد کھڑی اسے ہی دیکھتی رہی دانیہ کے دولہا کو، وہ یہ بھول گئی کہ آج اس کی بھی مہندی ہے اور کل اس کی بارات آنی ہے، جس پر اس نے نظریں ٹکی ہیں وہ اس کا دیور ہے اور بس، بہت برا ہوا

لیکن ایسا ہی ہوا، اس نے کھڑے کھڑے خود کو فراموش کر دیا آہستہ آہستہ سب اس کی کھڑکی کے نیچے سے گزر کر پنڈال کی طرف جانے لگے، دانیہ کو اوپر ہی روک لیا گیا اور صرف حریم کو نیچے لے آئے، خواتین اپنی رسمیں کرنے لگیں۔

رشتے کی ایک بھابھی جمال کو گھسیٹ کر لے گئی کہ اپنی بھابھی کو مہندی لگاؤ، دلہن کا گھونگھٹ ناک سے نیچے تک تھا ذرا دور سے جمال کو آتے دیکھا تو جیسے ہی وہ چار قدم پر آیا حریم نے گھونگھٹ کو بائیں ہاتھ سے اٹھایا سر کو دائیں طرف خم دیا، اس کا یہ خم اور گھونگھٹ کو ایسے اٹھانا، جمال نے اس کی سمت دیکھا دونوں کی نظریں ایک ہوئیں۔

پھر......؟

پھر بہت ہمت سے قدم اٹھا کر وہ اس کے پاس آ کر بیٹھا، حریم کا گھونگھٹ نیچے آ چکا تھا اسے دبی دبی ڈانٹ پڑی تھی، وہ اس کے دائیں طرف آ کر بیٹھ گیا اور سبز گوٹا لگے پیلے باریک شیفون کے دوپٹے کے اس پار سے ان کی نظریں کئی بار اس کی طرف اٹھیں جمال کی بہن نے کہا کہ وہ تھوڑی سی مہندی سامنے رکھے تھال میں سے لے کر اس کی ہتھیلی پر رکھے سبز پتے پر لگا دے، اس نے ایسا ہی کیا اور جب اس کی انگلی اس کی ہتھیلی پر رکھے سبز پتے پر لگی تو حریم نے جیسے مٹھی بند کر لی اور فوراً کھول لی۔

جیسے تیسے جمال نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور مٹھی بھر کر نوٹ سامنے رکھے تھال میں رکھ دیئے۔

اس کی بہن کی ہلکی سی چیخ نکل گئی۔

''ہزار ہزار کے اتنے روپے۔''

جمال اٹھ کر دور اپنی جگہ پر جا کر کھڑا ہو گیا، وہ سامنے دیکھتا رہا، فاصلہ زیادہ نہیں تھا وہاں سے بھی اسے ہی دیکھا جا رہا تھا، پھر......؟

پھر بس اتنا کہ وہ اس لڑکی کے قدموں تلے اپنا دل چھوڑ آیا تھا، یکدم سارے مزے ہوا ہوئے، ساری خوشی کافور ہوئی، وہ پیاس جو پانی سے نہیں ہوتی اس کے اندر جا گی، اندر باہر سے وہ خشک تر ہو گیا اور کلانچ بھر کر اڑا لے جانے کی جو خواہش ہوتی ہے اس سے وہ آشنا ہوا، معشوق کو اڑا لے جانے کی۔

پنڈال کی طرف کھلنے والی ایک کھڑکی سے دانیہ اسے دیکھ رہی تھی اور وہ ہاشم کی دلہن کو دیکھ رہا تھا، ہاشم کی دلہن دانیہ کے دولہا کو دیکھ رہی تھی۔

ایک پل پھیل کر بہت سے پل بن گیا اور حد پھلانگی گئی۔

☆☆☆

دونوں کو جرمنی میں تصویریں بھیجی گئی تھیں اس کی ضرورت تو نہیں تھی نا ہی انہوں نے کہا تھا لیکن دادی نے کہا کہ نہیں نیا زمانہ ہے بعد میں کوئی بات نہ رہ جائے، اس نے حریم کو کئی بار تصویر میں دیکھا تھا، پھر اب اسے کیا ہوا، یہ تو وہ تصویر والی حریم ہی نہیں تھی، یہ تو...... یہ تو اب وہ تھی جو اسے چاہیے تھی۔

اگر صنف مخالف میں کشش کے نام پر ایک مقناطیس فٹ ہوتا ہے تو حریم میں اس کشش کا پہاڑ تھا۔

رات گزر گئی وہ حویلی کے احاطے اور پھر مالٹوں کے باغ کی طرف نکل گیا، وہ باغ میں چکر کاٹنے لگا، شدید سردی کا احساس جاتا رہا، شال جو دائیں کاندھے پر تھی اور زمین چھو رہی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

تھی تھوڑی ہی دیر میں وہ نیچے جا گرے گی اور اسے معلوم بھی نہیں ہوگا، اگر اسے کوئی وہاں ایسے دیکھ لیتا خاص کر گھر کی کوئی عورت تو کہتی ضرور ہی اسے کوئی بلا چمٹ چکی ہو گی، کوئی سایہ ہو گیا ہو گا کوئی چڑیل پیچھے پیچھے ہو گی، دادی نے پیتل کا چھلا دیا تھا اسے انگلی میں پہن کر رکھنے کے لئے کہ حویلی سے باہر اگر جانا ہی پڑے تو...... دادی کے سامنے اس نے چھلا انگلی میں پہن لیا تھا بعد کو وہ جیب میں تھا، پھر وہ نہ جانے کہاں گیا، اب اس کے پاس نہیں تھا، سایہ تو اسے ہو ہی گیا تھا حریم کا۔

فجر کے وقت حویلی میں جا کر وہ بڑے کمرے کے پاس سے گزرا یہاں سب خواتین سو رہی تھیں کارپٹ پر بستر لگائیں، اس نے دروازہ کھول کر لائٹ جلائی۔

وہ آپا کو ڈھونڈ رہا تھا وہ اسے کونے میں نظر آ گئیں۔

''آپا مجھے آپ کا فون چاہیے میرا مل نہیں رہا۔''

''باورچی خانے میں فریج کے اوپر دیکھ لو۔'' آپا نے نیند کی حالت میں جواب دیا، اس نے بتی گل کی اور جا کر فریج کے اوپر سے فون اٹھا لیا، اس کا اندازہ ٹھیک ہی تھا حریم اور دانیہ کے نمبرز موجود تھے اس میں اس نے حریم کا نمبر اپنے فون میں محفوظ کر لیا۔

حویلی میں سب نماز کے لئے اٹھ رہے تھے وہ پھر سے چھپ کر باغ میں آ گیا، دس بار اس نے نمبر ملایا اور درمیان میں ہی بند کر دیا پھر اس نے میسج لکھا۔

''میں جمال......'' بس اتنا ہی اور جواب میں فوری کال آنے لگی، اس نے فون اٹھایا تو کچھ بول ہی نہ سکا، بہت دیر دونوں طرف خاموشی رہی۔

''میں ساری رات سو نہیں سکی۔'' بات کی ابتدا حریم نے کی تو جمال نے بھی انتہا کر دی تین چار منٹ تک وہ اسے اپنی سوچیں گن گن کر سناتا رہا، اتنے میں آہٹ ہوئی تو حریم کو فوراً فون بند کرنا پڑا اور پھر دوبارہ اس سے بات نہ ہو سکی وہ ہیلو ہی کرتی اور کوئی نہ کوئی آ جاتا یا اسے آواز دے لی جاتی، تفصیل سے بات ہوئی یا نہیں ہوئی دونوں کو معلوم تھا کہ ان دونوں کے درمیان کیا ہے۔

☆☆☆

سردیوں کا موسم تھا تو بارات دن کی ہی تھی، ہاشم بہت چہک رہا تھا، مسجد سے نماز پڑھ کر آیا تھا سب کے ساتھ مل کر ناشتہ کیا اور خواتین کے ساتھ مل کر کام بھی کروایا، سب کے کپڑے نکلوا کر دیکھے، ان کے جوتے ان کے زیور، وہ کیسے تیار ہونگی، کیسے بال بنائیں گی، وہ تقریباً سبھی سے پوچھ رہا تھا، ان دونوں کے کمرے سجائے جا رہے تھے۔

سب خواتین ہاشم کو بہت پسند کرتیں تھیں، خالہ جی، مامی جی، چچی جان کے بالوں میں گجرے بھی لگا دیتا، چوڑیاں موٹی کلائیوں میں چڑھا دیتا، خواتین خود تیار ہوئی رہتیں اور اس کے حوالے ننھی منی پریاں کرتیں جاتیں اور وہ ان کے بال بناتا، جوتے پہناتا، لب گلوز لگا دیتا، مسکارا اور کاجل بھی لگا دیتا اور تیار کر کر کے انہیں ایک طرف بٹھاتا جاتا، خود اپنے تیار ہونے میں اسے زیادہ وقت نہیں لگتا تھا۔

برآمدے سے گزر کر وہ اوپر اپنے کمرے میں جا رہا تھا کہ اس نے دور باغ میں جمال کو ٹہلتے دیکھا ذرا رک کر اس نے اسے

آواز دی۔

''او جمال...... یار ا تیار نہیں ہونا۔''

جمال نے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ آتا ہوں، ہاشم کمرے میں چلا گیا۔

دونوں بارات لے کر لڑکی والوں کے گھر آ گئے، دونوں بھائی ساتھ ساتھ بیٹھے تھے۔

خاندانی رواج تھا تو دونوں دلہنوں نے ناک سے نیچے تک گھونگھٹ کیا ہوا تھا، ہاتھوں کی مہندی چوڑیاں سب نظر آ رہا تھا باقی کے بارے میں اندازہ لگایا جا سکتا تھا اور دلہن کے روپ کے بارے میں اندازہ لگانا کون سا مشکل ہے، اسی حسن کا اندازہ لگا کر جمال کا جی چاہا کہ اسے اٹھا کر بھاگ جائے اسے جو اس کے بھائی کے نکاح کی حد میں اس کے لئے نامحرم تھی۔

جمال نے ایک بھی بار اپنے ساتھ بیٹھی دلہن کی طرف نہ دیکھا، جب وہ لوگ گھر آئے تو دلہن لہنگے میں الجھ کر گر نہ جائے ہاشم نے اپنی دلہن کا ہاتھ پکڑ لیا اور دلہن نے ہاتھ چھڑوا لیا، ہاشم مسکراہٹ دباتا رہا۔

☆☆☆

ہاشم اور جمال کے دوست احاطے میں آگ جلائے بیٹھے تھے ابھی عشاء کا ہی وقت ہوا تھا اور کسی کے جانے کا ارادہ نہیں تھا وہ طرح طرح کے مذاق کر رہے تھے کسی کسی بات پر وہ آوازیں دبا لیتے اور پھر آسمان کو چھوتے ان کے قہقہے بلند ہوئے، دونوں دلہنیں اپنے اپنے کمروں میں تھیں، رات کا کھانا وہ سب کھا چکے تھے۔

ان سب کے لئے اندر سے ایک بار پھر سبز چائے بن کر آئی تو جمال خالی ٹرے باورچی خانے میں رکھ کر اوپر آ گیا، دروازہ کھول کر وہ اندر چلا گیا، حریم کھڑکی کی طرف رخ کیے موٹے پردے کا ذرا سا کونا اٹھا کر باہر دیکھ رہی تھی، دروازہ کھلنے کی آواز سے وہ چونکی لیکن پلٹی نہیں، جمال دبے پاؤں چلتا عین اس کے سامنے جا کر کھڑا ہو گیا اس کا گھونگھٹ اٹھا ہوا تھا اور وہ۔

''تم یہاں کیا کر رہے ہو؟'' یکدم اچانک سے اس کی تایا زاد ہاتھ میں ٹرے لئے اندر آئی، جمال خوف سے کانپ کر رہ گیا۔

''میں ہاشم کی دلہن کو منہ دکھائی دینے آیا تھا آپا۔''

''بھابھی نہیں کہا جاتا تم سے، بہت جلدی ہے تمہیں منہ دکھائی دینے کی جب سب دے رہے تھے تب تو تم نے نہ دی، ہاشم نے دانیہ کو سونے کی انگوٹھی دی تم نے کچھ نہیں دیا، اب آ گئے۔'' مسکراہٹ روکنے کے لئے حریم نے ہونٹ کا کونا دبایا، جمال نے جلدی سے پیسے نکال کر حریم کے آگے کیے، حریم نے پیسے پکڑ لیے اور جب باہر نکلنے سے پہلے وہ پلٹا تو اس نے حریم کو ان روپوں کو ہونٹوں تک لے جاتے دیکھا۔

ایک کی بیوی دوسری کا شوہر، انسان کی حدیں پھلانگتیں کی حد آخر کہاں ختم ہو گی، ہو گی بھی کہ نہیں۔

☆☆☆

ولیمہ ہو گیا، ایک دن، دو دن، تین دن، مہمان رخصت ہونے لگے اور سبھی نے محسوس کیا کہ جمال کے ساتھ کوئی مسئلہ ہے، ٹوہ لینے والے لوگ نہیں تھے، فکر مند ہی ہوئے خلش سی رہی کہ کچھ ادھورا رہ گیا ہے اور کیا؟ وہ نہیں جان سکتے تھے۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

چند اور دن گزرے محسوس کیا کہ جمال جیسے سانس روکے سانس لے رہا ہے، نکلتا بھی نہیں اور نگلتا بھی نہیں، نہ بیٹھتا ہے نہ بولتا، کوئی روک کر پوچھ لے تو اس کا ہاتھ جھٹک دیتا ہے، ایسے چلتا ہے جیسے آنکھوں پر پٹی بند بھی ہو یا بینائی آخری نقطے پر جا پہنچی ہو، ایک ایک کر کے بھی مہمان رخصت ہو گئے صرف تایا جی کی تین شادی شدہ بیٹیاں ان کی دو شادی شدہ بہنیں، پھوپھی اور پھوپھی زاد تین بہنیں اور ایک بھائی ہی رہ گئے مہمان کے نام پر۔

☆☆☆

دسمبر کے شروع کے دن تھے تو سب دھوپ میں بیٹھے تھے، جمال پاؤں پٹخ پٹخ کر چل رہا تھا۔

''اسے کیا پریشانی ہے؟'' دادی نے اپنے بڑے بیٹے کے کان میں سرگوشی کی ساتھ ہی بڑی بہو کو اشارہ کیا کہ جمال کی طرف دیکھو، دوسری طرف باورچی خانے میں کام کرتی جمال کی بڑی بہن نے بھی تایا زاد بہن سے سرگوشی میں پوچھا۔

''کیسی دلہنیں ہیں یہ آپا، خوش ہو کر نہیں دکھاتیں۔''

''دانیہ تو ایسے لگتا ہے جیسے روتی رہتی ہے۔'' تایا زاد بلقیس نے کہا۔

''توبہ......توبہ اماں تو برا مان جاتیں ہیں اور وہ حریم تو ایسے جیسے شکار کرنے نکلی ہو، اماں کہتی ہیں بھابیوں پر فقرے نہیں کستے، یہ فقرہ ہوا بھلا۔''

''جمال!'' جمال تیز تیز باغ کی طرف جا رہا تھا کہ دادی نے آواز دے کر روکا۔

''پتر جمال میں اب یہ پوچھوں کہ بیوی سے ان بن ہوئی ہے یا یہ کہ اسے میکے جانا ہے اور تو اسے جانے نہیں دے رہا۔'' دادی نے تو بس اسے ہنسانا چاہا تھا لیکن وہ ہنسا نہیں۔

جمال نے ایک نظر احاطے پر ڈالی، سبھی دھوپ میں ایسے ذوق وشوق سے بیٹھے تھے جیسے انٹارکٹکا سے آئیں ہو اور دھوپ کبھی نہ دیکھی ہو اور آج پہلی اور آخری بار ہی یہ موقع ملا ہو، ذرا فاصلے پر ہاشم کھڑا دو چھوٹے لڑکوں کے ساتھ اپنے ہاتھ سے بنائی گئی پتنگ اڑا رہا تھا، دونوں لڑکے اس سے ڈور لے کر خود پتنگ اڑانا چاہ رہے تھے اور وہ اچھل اچھل کر ڈور اچک لینا چاہتے تھے لیکن ہاشم ہنستا ہوا ڈور والا ہاتھ اور اوپر کر لیتا، جمال کی نظر اس پر آ کر ٹکی۔

''میں خود اس بد ذات کو میکے دفعان کروں گا۔'' وہ اتنی قوت سے چلایا کہ ڈور کھینچتے ہاشم کے ہاتھ رک گئے اور اس نے ذرا دور اپنے چھوٹے بھائی کی طرف حیرت سے دیکھا، ڈور پھینکی کہ چھوڑی کہ پھسلی، وہ لپک کر ان سب کی طرف آیا۔

آواز اتنی ہی اونچی تھی کہ باورچی خانے میں کام کرنے والیوں نے سنی کام چھوڑ کر باہر کو لپکی اور جو جمال کے پاس ادھر ادھر مختلف نشستوں پر بیٹھے تھے وہ ایسے ہو گئے گویا آسمانی بجلی ان کے عین سامنے گری ہو اور ان کے کان بہرے ہو گئے ہوں اور آنکھوں سے کچھ دکھائی نہ دیتا ہو، کسی نے یہ بھی نہ پوچھا کہ کیا کہتے ہو، اپنا انداز اور آواز تو دیکھو، یہ تو دیکھو کن کے سامنے کہتے ہو اور یہ بھی کہ کس کے بارے میں کہتے ہو، وجہ کیا ہے، دراصل بد ذات کے لفظ نے سارے کے سارے خاندان کو جھنجھا کے رکھ دیا تھا، اتنے پیارے

لوگ تھے کیسے ان کے گھر کا جوان بیٹا ان کی بہو کو بد ذات کہہ رہا تھا۔

''جمال!'' دادی اتنا ہی کہہ سکی۔

''کیا کہتے ہو؟'' تایا جی بے چارے اس کے انداز سے ڈر سے گئے۔

''کیا بکواس کر رہے ہو۔'' اس کے ابا جی ذرا غصے سے بولے۔

''سچ کو بکواس کہہ رہے ہیں، دیکھتے نہیں، میرا کیا حال ہو گیا ہے۔''

سب چارپائیوں پر، موڑھوں پر، کرسیوں پر بیٹھے تھے وہ اکیلا ہی کھڑا تھا ان کے درمیان میں، ذرا فاصلے پر چودہ سالہ جمشید مالٹے کا رس نکال رہا تھا، اس کا ہاتھ گول گول گھومتے دستے پر تھا اور اس کی آواز پر وہیں رک گیا تھا، مشین کی طرف دیکھتے بچے اب گردنیں گھما کر جمال کی طرف دیکھ رہے تھے۔

''کیا ہوا ہے؟'' جمال کی اماں اٹھ کر اس کے پاس آن کھڑی ہوئیں، جمال ہاشم کو گھورنے لگا جو اسی کی طرف تشویش سے دیکھ رہا تھا۔

''میں مر جاؤں گا۔'' اس بار وہ رونے پیٹنے والی حالت میں، پہلے سے زیادہ شدت سے چلایا، بچے ڈر کر رونے کے قریب ہو گئے، جو پہلی بات پر حیران تھے اس پر دھک سے رہ گئے، اندر کمروں میں موجود باقی ماندہ خواتین بھی باہر نکل آئیں،، جمال کی حالت جمال کا انداز، تایا جی چھوٹے چچا گھبرا کر اٹھے، بہنیں اس کی طرف بڑھیں۔

''چھوڑو مجھے۔'' اس نے خود سے پرے کیا۔

''دانیہ سے کوئی بات ہوئی ہے، لڑے ہو۔'' بہن نرگس نے پوچھا۔

''میں اس پر تھوکتا بھی نہیں۔'' اس بات نے پچھلی ساری بات کو راکھ کیا اور ایک نئی ہی آگ لگائی، تایا، چچا، دادی، اماں ابا سب دنگ رہ گئے، دس دن ہوئے تھے شادی کو اور وہ اپنی دلہن پر تھوکنا بھی نہیں چاہتا تھا، جمال کتنا بھی پیارا تھا انہیں لیکن اپنے گھر کی بہو کے لئے ان الفاظ پر ان کا خون کھول اٹھا۔

''جمال زبان سنبھال پتر، بیٹھ کر بات کر یہ بازاری زبان یہاں کسی کے لئے بھی نہیں چلے گی۔'' دادی بھی ذرا اونچا ہی بولی۔

ایک ایسی بات جو کہی نہیں جانی چاہیے تھی، ایک ایسی بات جو سنی نہیں جانی چاہیے تھی، کہی بھی گئی اور سنی بھی گئی۔

مالٹے کے رس کا جگ بھرا ہی رکھا رہا، سارے بچے جو منت اور ڈانٹ سے بھی اپنا شور کم نہیں کرتے تھے سہم کر گونگے سے بن گئے۔

''جمال پتر!'' دادی کی آواز صدمے نے کھا لی، آواز ایسے نکلی جیسے بستر مرگ پر آخری سانسیں لے رہیں ہو۔

باہر کی صورت حال ایسی تھی تو حریم اور دانیہ بھی برآمدے سے ادھر ان کی طرف دیکھ رہیں تھیں، پہلے وہ دونوں اندر تھیں اب برآمدے تک آ چکی تھیں، لیکن باہر ان سب کی طرف نہیں آ رہیں تھیں دانیہ کو معلوم نہیں تھا کہ جمال نے کیا کہا ہے خاص کر اسے دفعان کرنے کی بات۔

''کیا سنے گے آپ، سن لیں گے سب، مجھے میری بیوی کے ساتھ نہیں رہنا میں اسے چھوڑ رہا ہوں۔''

دانیہ نے حقارت سے کہی گئی یہ بات

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

اپنے ہی لئے سنی تو ایک قدم ڈگمگا گئی اس کے ہاتھوں پر ابھی بھی مہندی کا رنگ مدھم مدھم موجود تھا اس نے گہرے سبز رنگ کا سوٹ پہنا تھا جس پر سنہرا ہاتھ کا کام جھلملا رہا تھا بڑوں کے خیال سے اس نے سبز پر دوپٹہ اوڑھ رکھا تھا اس سب کے باوجود بھی وہ نئی نویلی دلہن نہیں لگ رہی تھی اسے دیکھ کر ایسے ہی لگتا تھا جیسے راستہ گم کر بیٹھی ہو اور اب ویرانے میں رو رہی ہو۔

''میں اسے طلاق دے رہا ہوں۔'' وہ چلایا۔

راستہ گم کر چکی اور ویرانے میں رونے والی نے بے یقینی سے یہ جملہ سنا جیسے اجنبی زبان میں کوئی فتویٰ دے رہا ہو، الفاظ کی تو سمجھ نہیں آ رہی لیکن فتویٰ یقیناً منہ پر کالک سے متعلق تھا، سنگسار کئے سے متعلق۔

دانیہ برآمدے سے تیزی سے نکل کر ان سب کی طرف آئی۔

سب نے اسے دیکھا اور سوچا وہ کیوں آئی باہر اندر ہی رہتی کہیں، جمال تو جانے پاگل ہو گیا ہے، ایسی باتیں سنے گی تو باقی زندگی کیسے گزارے گی اس کے ساتھ، وہ کیوں آئی آخر۔

دانیہ نے اپنی ساس کی طرف دیکھا اور آنکھوں کو ایسے سمیٹا جیسے کہہ رہی ہو آپ کا بیٹا......اور......آپ کچھ کہتیں کیوں نہیں۔

''پتر جمال چل آ ادھر میرے ساتھ، چل ہم کہیں چل کر بات کرتے ہیں، چلو بھئی جاؤ یہاں سے سب۔'' جانا چھوڑ کر کوئی وہاں سے ہلنے کو تیار نہیں تھا، تایا جی نے ایک ہاتھ اس کے کندھے پر رکھا اور ایک ہاتھ سے سب کو جانے کا اشارہ کیا۔

دانیہ قریب آ کھڑی ہوئی تھی وہ بہت شرمندہ ہوئے تھے، بچی کیسے اس بات سے اجڑ سی گئی تھی، دس دن میں کیسا بھی اختلاف ہو طلاق دینے جتنا بڑا اختلاف نہیں ہو سکتا۔

جنہیں جانے کا اشارہ کیا تھا ان میں ذرا سی ہی جنبش ہوئی تھی، جمال تو ایسے نظر آ رہا تھا جیسے سانپوں کے بل میں منہ دے کر اتنے ڈنگ ڈسوا لئے ہیں کہ اب خود ڈسنے لائق ہو چکا ہو۔

''میں اسے طلاق دے رہا ہوں۔'' جمال نے تایا جی کا لحاظ نہ کیا اور سب کو سنانے کے لئے اعلانیہ ہی کہا۔

''آؤ کہیں بیٹھ کر بات کریں۔'' تایا جی بضد تھے، باقی سب تمنائی تھے کہ وہ تایا جی کے ساتھ چلا جائے، ایسے اس اپنی باتوں کے طبل نہ بجائے۔

''کیوں دیں گے مجھے طلاق۔'' دانیہ نے دوبار لفظ طلاق سنا اسے غصہ بھی بہت آیا اور اس میں عزت بھی جا گی۔

''نسرین بہو کو اندر لے جاؤ۔'' تایا جی نے اپنی بیوی سے کہا۔

''تم میر ساتھ آؤ جمال۔''

''مجھ سے کچھ مت پوچھیے ورنہ بہت کچھ ہو جائے گا، یہ طلاق لے کر ابھی نکلے گی یہاں سے، میں ساری عمر اس گھر کی ہاشم کی شکل نہیں دیکھوں گا۔''

جو عورتیں جو بچے باقی ماندہ دوسرے لوگ تایا جی کے جانے کے کہنے سے، ان سے ڈر کر، چند قدم، ذرا سا آگے، برآمدے کی طرف بڑھے تھے، باقی سب کی طرف اپنی پشت کیے، وہ سب کے سب سمجھ والے، عقل والے، کم عقل، زناٹے سے ایسے پلٹے جیسے

عین ان کی پشتوں پر زوردار ہنٹر پڑے ہو، طلاق کا قصہ، دانیہ کی بات، جمال کا غصہ، ایک طرف اور اب...... یہاں اس سب میں، ہاشم کا نام، ہاشم وہ بے چارے اتنا سہم گیا کہ اس کا جی چاہا کہ سرپٹ وہاں سے بھاگ جائیں اب نہ جانے آگے کیا ہو جائے گا کہہ دیا جائے، ہاشم لپک کر اس کی طرف جانا چاہتا تھا، چیخ کر پوچھنا چاہتا تھا۔

''میرا نام...... میرا نام کیوں...... تمہارے تذکرے میں میرا تذکرہ کیسے؟'' لیکن اپنی جگہ سے ہل کر پوچھ نہ سکا۔

''ہاشم!'' تایا جی ذرا سی اونچی سرگوشی کی جسے پوچھ رہے ہوں۔

''اپنے ہی ہاشم کی بات کر رہے ہو نا حویلی کے بڑے بیٹے اور اپنے بڑے بھائی کی...... یا...... یا...... دراصل تم کچھ اور کہنا چاہتے ہو اور میں کچھ اور سن رہا ہوں۔''

''جی ہاں ہاشم۔'' جمال نے عین ان کی آنکھوں میں دیکھا اور پھر اس نے ایک اور بات کی۔

''ہاشم اور دانیہ......''

''کالی جادو گرنی، ہرے بھرے درختوں...... باغات...... کھیت کھلیان کو ایک نظر بد سے...... جلا کر...... اجاڑ کر...... ویران کر دیتی ہیں، ٹھیک ایسا ہی کالا جادو ''ہاشم اور دانیہ'' کے ناموں کے آگے پیچھے نکلنے سے چلا اور وہ چل کر اجڑ کر ویران ہو گئے۔

زیادہ دیر نہیں لگی اور دسمبر کے دنوں میں وہ پسینے سے بھیگ گئے، دادی جی کو لگا کہ مرنے میں انہوں نے بہت دیر کر دی، بات کچھ ایسی تھی کہ بچے تک ایک دوسرے کی شکل دیکھنے لگے۔

''کتے ہوش میں ہے تو۔'' ہاشم جمال پر جھپٹا، اس کا گریبان گھسیٹا۔

انسان ہونے کی ساری یادداشت دانیہ کے دماغ سے نکل گئی، وہ کھڑی کی کھڑی دیکھتی کی دیکھتی رہ گئی۔

تایا جی...... چچا جی نے جلدی سے آگے بڑھ کر جمال اور ہاشم کو الگ الگ کیا، ہاشم بری طرح سے ہانپ رہا تھا گالیاں بھی دے رہا تھا، دادی...... تائی جی...... دوسری چند اونچی آواز سے رونے لگیں تھیں۔

''ہاشم کو اندر لے کر جاؤ۔'' تایا جی چلائے، بہنیں رونا بھول کر ہاشم کی طرف لپکی، بچے انہیں ایسے لڑتے دیکھ کر رونے لگے، ماؤں نے ایک نظر بھی اپنے بچوں کی طرف نہ دیکھا کہ کیوں روئے ہیں، وہاں خارجی آوازوں کا گلا گھونٹا جا چکا تھا، وہاں ہاشم اور دانیہ کی آواز گونج رہی تھی۔

''نہیں جاؤں گا میں۔'' اس نے اپنا ہاتھ جھٹکا۔

''اس ذلیل انسان نے کہا کیا ہے، تایا جی۔'' ساتھ ہی اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، تایا جی بے چارے خود رو دینے کے قریب تھے۔

''سچ کہا ہے۔'' جمال چلایا جیسا کہ اسے چلانا ہی تھا۔

''کیا سچ ہے، بتا کیا سچ ہے، کیا کہا ہانک رہا ہے معلوم بھی ہے، ایسی پاگلوں جیسی تیری حالت بہت پہلے بھی ہوئی تھی، پاگل ہو گیا تھا تو۔''

''اب تو...... تو مجھے پاگل ہی کہے گا نا، تجھے اور دانیہ کو ساتھ جو دیکھ لیا۔'' بات بگاڑ کی طرف ہی جا رہی تھی۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

اماں نے جھٹ آگے بڑھ کر ایک زور دار تھپڑ جمال کے گال پر رکھا اور وہ اس کا گریبان جھنجھوڑنے لگیں، دانیہ چکرا کر گری، جو ذرا ہوش میں تھیں وہ اس کی طرف لپکیں۔

”کہا تھا، میرا منہ نہ کھلواؤ، نکالو اس گند کو باہر۔“ اماں کو جھٹکے سے پرے کر کے وہ پھر چلایا۔

اتنی بڑی بات کے لئے تیار تو کوئی بھی نہیں ہوتا اور اتنی بڑی بات کے لئے تیار ہو کر بھی وہ تباہ ہی ہوئے، تباہیوں کا آغاز ایسے ہی ہوتا ہے، وہاں موجود ہر شخص، بچے تک اس الزام کے گواہ بن گئے۔

ایک طرف ہاشم کو گھسیٹ کر اندر لے جایا جا رہا تھا، ایک طرف دانیہ پر چند لڑکیاں جھکی تھیں جو زمین پر ہی ڈھیر ہو گئیں تھی، دوپٹہ سر سے اتر کر زمین پر پھیل گیا تھا اور ادھر تایا، چچا سب جمال کو چپ کروانے کی کوشش کر رہے تھے، سنائی تو دے رہا تھا لیکن سجھائی کچھ نہیں دے رہا تھا۔

”جمال ہوش کر۔“ کئی ایک آوازیں ادھر ادھر سے مل کر آئیں۔

”ابھی بھی میں ہوش میں نہیں ہونگا، میں نے خود دو بار انہیں باغ میں دیکھا......“

”ذلیل انسان۔“ ہاشم دھاڑا۔

”خانہ خراب شرم کر۔“

”تجھے شرم نہ آئی، کل رات تایا جی میں فرقان سے ملنے گیا تھا، کمرے میں آیا تو یہ کمرے میں موجود نہیں تھی دو بار پہلے بھی دیکھ ہی چکا تھا اور پھر کل......“ وہاں موجود سارے بوڑھے، سارے جوان اور سارے ہی پانی پانی ہو گئے، دادی کی آنکھوں کے آگے تو اتنی دھند چھائی کہ انہیں نظر آنا ہی بند ہو گیا سہارے کے لئے کسی کو ٹٹولتیں وہ زمین پر ہی گر گئیں اور کوئی انہیں اٹھانے کو لپکا بھی نہ، وہ خود گرے کھڑے تھے۔

دانیہ آنکھیں کھولے لمبے لمبے سانس لے رہی تھی، اس بات پر وہ زمین پر ہاتھ ٹکا کر اٹھی، دوپٹہ جو اس کے وجود کے سہارے پڑا تھا اب زمین کے سہارے پڑا رہ گیا۔

”جمال کچھ خدا کا خوف کریں، کیا کہہ رہیں ہیں۔“ اس نے ہاتھ نہیں جوڑے تھے لیکن انداز وہی تھا پاؤں نہیں پکڑے تھے لیکن جھکاؤ وہی تھا، وہ بے چاری ہمیشہ سے ہی بہت ڈرپوک تھی۔

”باغ کی طرف جاتے تم نے خدا کا خوف کیا تھا بے غیرت عورت۔“

”یہ جھوٹ بول رہا ہے، بکواس کر رہا ہے۔“ ہاشم چلایا۔

”کل رات میں اپنے کمرے میں تھا، تایا جی، ابا جی، یہ تو پاگل ہو گیا ہے، کیا ہو گیا ہے اسے، کیا کیا بک رہا ہے، اپنے سگے بھائی پر الزام لگا رہا ہے، مجھ پر وہ بھی اپنی بیوی کے ساتھ۔“ وہ بے چارہ رو دینے والا، بین کرنے والا، دو ہتڑ مارنے والا مرد بن گیا، دہائی دینے والا فریادی اور......اور۔

”جھوٹ تو تو بک رہا ہے۔“

”اتنی بڑی تہمت۔“

”تیری کرتوت ہے یہ۔“

”حریم!“ ہاشم دادی کے قریب زمین سے اٹھ کر کھڑا ہوا اور گردن موڑ کر آواز دی، حریم بھی اسی مجمعے میں کھڑی تھی، سر پر دوپٹہ لے کر ایک ہاتھ میں اس کا پلو پکڑے۔

”بتا سب کو، کل میں کہاں تھا، ہر رات کہاں رہا، میں تو کمرے سے نکلا ہی نہیں کل

رات، کھانا کھاتے ہی کمرے میں چلا گیا، سر میں درد تھا دو گولیاں کھا کر سو گیا۔“

سب حریم کی طرف دیکھنے لگے، ایک سے ایک منظر بدل رہا تھا اور ایک سے ایک بڑھ کر تھا، ایک سے ایک قیامت خیز تھا، وہاں موجود کوئی بھی شخص جمال کے لگائے اس الزام سے متفق ایسے بات نہیں کرنا چاہتا تھا، ان سب کے عین پیچھے دور تک باغ پھیلا پڑا تھا، ان کے آگے سارا خاندان کھڑا تھا، تو ایسے اس طرح یہ باتیں ہوتیں ہیں، سب کو سانپ سونگھ گیا۔

زمین پھٹے تو گردنیں جھکا کر بھی دیکھ ہی لیتے ہیں کہ پھٹی زمین میں ہے کیا، وہ سب تو وہ لوگ بھی نہ تھے اور ایسا کچھ ان میں سے کوئی دیکھ بھی لیتا تو سرِ عام یہ تماشہ بھی نہ لگنے دیتا، ایسے تماشوں کو انجام اتنا کربناک ہوتا ہے کہ وہ صرف انجام نہیں رہتا۔

وہ بے چارے خدا کی پناہ بھی نہ مانگ سکے دل میں۔

”پوچھیے اس سے تایا جی۔“ ہاشم حریم کا ہاتھ پکڑ کر آگے لایا، نہ چاہتے ہوئے بھی پنچائیت لگ ہی گئی، نہ چاہتے ہوئے بھی صفائیاں دینی ہی پڑی اور نہ چاہتے ہوئے بھی گواہ سامنے لانے ہی پڑے۔

”حریم بچی۔“ تایا جی کی آواز رندھ گئی، سوال پوچھنا ہی پڑا، منت کرنی ہی پڑی، اس حریم بچی میں بہت کچھ دفن تھا، اگر سیدھا کہے تو اتنا ہی کہ سب اب تم نہ بولنا ورنہ بہت تباہی آ جائے گی، اگر کچھ سچ رکھتی ہو، کسی بات کی امین ہو تو چپکی رہو، ایسے سرِ عام ہمیں جوتے نہ لگوانا، یہ نادان ہیں تم لحاظ کرنا، ایک پردہ پھاڑ بیٹھا ہے تم پردہ پوشی کیے رکھنا اور تم......تم......

سب کو یقین تھا کہ جمال کا ہی دماغ گھوم گیا ہے، جیسے لڑکپن میں ایک بار ہو گیا تھا، ہر ایک سے لڑتا تھا، روٹی بھی چھپا کر کھاتا تھا، پتہ ہی نہ چلتا کہ آخر سوتا کب ہے، وجود سے وحشت ٹپکتی تھی، ہر ایک کو کاٹ کھاتا تھا اور پھر......اپنے دوست کی منگیتر کو نکاح سے ایک دن پہلے چار لڑکوں کے ساتھ مل کر اغوا کر رہا تھا، لڑکی کی شادی اس کے گھر والے کہیں اور کر رہے تھے، بات بڑھی تو بہت لیکن لڑکی واپس بھیج دی گئی۔

اسے دو سال کراچی ایک رشتے دار کے یہاں رکھا، بعد میں ٹھیک نظر آنے لگا تھا، سب خواتین نے حریم کی طرف اسی طرح دیکھا جیسے تایا جی دیکھ رہے تھے، جیسے کہ وقت اسے دیکھ رہا تھا جیسے کہ اعمال اسے دیکھ رہے تھے، جیسے کے جیسے کے خالی کمان ہاتھ میں لئے ابلیس اسے دیکھ رہا تھا۔

لیکن وہ کچھ بھی کہتی، وہاں موجود ایک جھوٹا ایک سچا بنتا دونوں انہی کے بیٹے تھے، انہیں پیارے تھے، کیسے بانٹ کر ایک کو دشمن، جھوٹا اور گناہ گار بنا لیتے اور ایک کو سچا، معصوم اور اپنا بنا لیتے، کیسے چھٹ پٹ وہ لوگ خدا کو تقسیم کر لیتے، ماؤں پر ایسے عذاب کیوں نازل ہوئے ہیں کہ ملزم بھی ہو تو اولاد، مجرم بھی ہو تو اولاد، صرف اولاد نہ کوئی جرم نہ گناہ۔

اب حریم جو کہے گی وہ ایک کو لے ہی ڈوبے گا، ایک تو جھوٹا بنے گا ہی، حریم کی نظریں جھکی ہوئیں تھیں۔

”حریم!“ ہاشم بولا، حریم منہ پر ہاتھ رکھ کر رونے لگی۔

”میں کہتا ہوں جواب دو۔“ حریم اور تیز

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

تیز رونے لگی، ہاشم کی اماں نے وحشت زدہ ہو کر دل پر ہاتھ رکھ لیا۔

"حریم!" وہ پھر سے رو دینے کے قریب ہو گیا۔

"ان کا انتظار کرتے کرتے میں خود سو گئی، کل...... کل...... رات بھی۔"

ہاشم نے آگے بڑھ کر تین چار چانٹے اس کے منہ پر رکھے اور اس کا گلا دبوچ لیا، سب حریم کو اس کے ہاتھوں سے چھڑوانے لگے، احاطے میں ہاہا کار مچی، ہر بیل بوٹے نے یہ روداد سنی۔

"ذلیل عورت، جھوٹ بولتی ہے۔" ہاشم غصے سے پاگل ہو رہا تھا، اس کی گردن دبا رہا تھا وہ اسے مار ہی دینا چاہتا تھا۔

گمان تو وہ خیر اس سب کے بارے میں کیا کرتا لیکن جو ہو رہا تھا وہ پاگلوں کی طرح سر پر دھول مٹی ڈالنے کے لائق تھا اور وہ اسی لائق ہو جانے رہا تھا۔

"تم رات گئے تک میرے کمرے میں نہیں آئے تھے۔" سب نے مل کر ہاشم کو اس سے الگ کیا ہی تھا کہ حریم پھنکاری۔

"ذلیل تو تم ہوئے نا۔"

"کھانا کھاتے ہی میں سو نہیں گیا تھا۔" وہ حلق کے بل چلایا وہی دہائی دینے والا انداز۔

"بول بد ذات عورت تیرے ہی پہلو میں، ایک یہ بستر میں، صبح میری آنکھ کھلی اور میں نماز کے لئے گیا، ایک نمازی حرامی ہو گا کیا؟" حریم ڈر کر اپنی نند کی آڑ میں کھڑی تھی، ہاشم اس کی طرف بڑھ رہا تھا۔

چڑیا سا دل رکھنے والی دانیہ اپنی آپا کو گھور رہی تھی، اس کی آپا یہ کیا کہہ رہی تھی اور کیسے کہہ رہی ہے، ایسے کہہ رہی ہے کہ جھوٹ سچ بن رہا ہے۔

"دیکھا تایا جی۔" جمال کی دھمال کا وقت اب شروع ہوا تھا۔

"سن لے آپ سب۔"

"آپا جی یہ کیا کہہ رہی ہو۔" دانیہ حریم کی طرف بڑھی، ایک سے ایک بات آگے بڑھ رہی تھی، وہاں سب چھوٹے بڑے اب تو انہیں ایسے دیکھ رہے تھے جیسے پتلی تماشہ دیکھ رہے ہوں، ایسا تماشہ جسے دیکھنے کی انہیں سزا ملی ہو، جیسے انہیں پتھر کا بنا کر بیچ تماشے کے کھڑا کر دیا گیا ہو، تماشا ایسا کہ پتھر بنے لوگوں کی آنکھوں میں خون کے آنسو آنے لگے تھے۔

دسمبر کی دھوپ، گلابی، میٹھی، بھلی، جس پر جان دینے کو جی چاہتا ہے، جان نکالنے لگی۔

"حریم تو یہ بکواس کیوں کر رہی ہے آخر؟ ابا جی یہ عورت بھی جھوٹ بول رہی ہے۔"

"ایک تو سچا ہے بس۔" جمال نے ایک تیر چھوڑا۔

"جمال! مجھے ایسے ذلیل نہ کر، دیکھ وہ ادھر تیری میری بھانجیاں بھانجے کھڑے ہیں، یہ ادھر ہمارے چھوٹے بہن بھائی کھڑے ہیں، میں مر جاؤں گا، رحم کر چھوڑ دے اپنا یہ پاگل پن۔"

اس کی بہنیں، تایا زاد، پھوپھی زاد، پھوپھی اماں ایسے اونچی آواز سے رونے لگیں جیسے کسی پیارے کے مرنے کی خبر ابھی ابھی ملی ہو، بچے ڈر کر ذرا دور بھاگ گئے۔

"یہ عورت تایا جی۔" وہ بڑھ کر تایا جی

کے پاس آیا۔

"یہ صرف میرے نکاح میں ہی آئی ہے اب تک، اس نے تو ہاتھ تک نہیں پکڑنے دیا مجھے۔" اور ہاشم نے یہ کہتے ہی اپنے سر پر ہاتھ مارا۔

"یہ اور یہ۔" اس نے جمال اور حریم کی طرف اشارہ کیا۔

"جھوٹ بول رہے ہیں، یہ تو دونوں کی ملی بھگت لگتی ہے۔"

"ہاں...... ہاں...... ایسا ہی ہے، ذرا سوچیے تایا جی، دانیہ تو صرف میری بھابھی ہے، ایک ہی بار دیکھا ہے اسے تایا جی۔"

"چل جھوٹے، میری الماری میں سے دانیہ کی تصویر نکال لی تھی تو نے۔" جمال نے اگلی بات کی کیا خوب کی، ہاشم چکرا گیا، اس کے گلے میں آوازیں دم توڑ گئیں وہ ایسے جانور کی طرح ہو گیا جس پر تکبیر پڑھے بنا چھری چلا دی گئی اور نہ حلال کیا گیا نہ حرام چھوڑا گیا اور وہ آدھ کٹی گردن کے ساتھ تڑپ رہا ہے نہ کوئی مار رہا ہے نہ وہ مر رہا ہے اور ایسے کہ آپ رات کو سوئیں اور منہ اندھیرے آپ کو جھنجھوڑا جائے کالا کپڑا منہ پر باندھ دیا جائے اور ایک فرلانگ چلا کر پھانسی گھاٹ پر کھڑا کر دیا جائے، یہی نہیں بلکہ کانوں میں جم غفیر کی آوازیں بھی پڑتی ہوں۔

"لٹکا دو، لٹکا دو اس مردود کو۔"

"جمال میرے بھائی۔" ہاشم تہس نہس ہو ہی گیا۔

"تیری بیوی میری بھابھی ہے، کچھ سوچ کر تو کیا کہہ رہا ہے میرے بھائی ایسے نہ کر۔"

"محبوبہ بھی؟" زمین پر بچھے اور پھر زمین بوس ہوئے ہاشم کے لئے پھر جمال نے یہی کہا۔

"بس کر دے حرامی انسان۔" دانیہ نے پہلی ہی بار جانا کہ شرافت کیا ہے عزت کسے کہتے ہیں اور ساتھ ہی اسے یہ معلوم ہوا کہ ان کی قسمت کیا ہے اور یہ کہ گھر ہو یا بازار اس قیمت پر سودے بازی نہیں کرتے، اس قیمت میں کوٹھیاں شامل نہیں کرتے، اس کا انداز ایسا تھا کہ جمال اسے دیکھ کر حیران رہ گیا۔

"تو نے تو میرا گھونگھٹ بھی نہیں اٹھایا تھا، الزام مجھ پر لگا رہا ہے۔"

"انگلی کا ناخن تو تو نے اپنے دامن کو لگانے نہیں دیا۔" سارا خاندان شرم سے ڈوب مرنے کے قریب ہو گیا۔

"خدایا۔" دانیہ نے حقیقتاً کانوں پر ہاتھ رکھ لئے۔

"آپا۔" وہ حریم کی طرف بڑھی۔

"ہم تو بہنیں ہیں نا، تمہارا شوہر کمرے میں نہیں تھا تو کہیں اور ہو گا، یوں تو بات نہ کرو کہ انگلی مجھ پر اٹھے، تم تو جانتی ہو کہ میں تو کبھی بازار کے لئے بھی نہیں نکلی، اتنا بڑا گناہ میں کیسے کر سکتی ہوں۔" حریم نے نفرت سے اس کا ہاتھ جھٹکا۔

"میری بہن ہو کر میرے ہی شوہر کے ساتھ......"

"آپا!" وہ رونے لگی۔

"ایسے نہ کہو، یہ سب جھوٹ ہے، یہ میرے ہاتھ دیکھو۔" اس نے ہاتھ جوڑے۔

"تمہارا شوہر میر دیور ہے، نامحرم ہے میرے لئے، میں قرآن پر حلف لینے کو تیار ہوں، لیکن تم تو میری بات مانو، تایا ابا، میں قرآن پر حلف لونگی، ورنہ میں مر جاؤں گی۔" اس نے ہاتھ جوڑے جوڑے ہی سب کی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

طرف گھوم کر کہا۔

تایا جی ابا جی باقی سب کو بہت جھٹکے لگے یہ منظر دیکھ کر لیکن دریا تو پاٹ دیئے گئے تھے تنا، اور دونوں دریا الگ الگ ہی بہہ رہے تھے۔

تایا جی بری طرح سے لڑکھڑائے، خود کو سنبھالا لیکن گر ہی گئے اور گرتے ہی انہوں نے ہاتھ جوڑ دیئے۔

"ہمارے ہونے پر رحم کرو۔" پہلی اور آخری بار وہ اپنے باپ کے مرنے پر روئے تھے، تین بیٹیوں کے بعد چار بیٹے وقفے وقفے سے بچپنے میں ہی مر گئے تھے، لیکن وہ صابر ہی رہے کبھی رو کر دکھی ہو کر نہ دکھایا، لیکن اس عذاب سے وہ رو پڑے۔

"تایا جی ایسے نہ کہے، میری جان قربان ہے آپ پر۔" جمال لپک کر ان کے نزدیک نیچے بیٹھا۔

"تایا جی میں پاک باز مرد ہوں، یہ عورت میری بھابی ہے، یہ پاک باز عورت ہے، تایا جی دیکھیے، بدکار کیا ہمارے جیسے ہوتے ہیں۔"

"بدکار آنکھوں میں دھول جھونکنے والے ہی ہوئے ہیں۔"

"میں ایسا کیوں کروں گا جمال۔"

"وہ تو جانے میں نے تجھے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے تجھے اور اسے۔"

"خدا جانتا ہے یہ صرف بہتان ہے، خدا کے عذاب سے ڈر جمال، ابھی بھی باز آ جا۔"

"تو باز آیا، تو نے خدا کا خوف کیا۔"

"اس کے عذاب سے میں تیرے لئے خوفزدہ ہوں۔"

"اپنے لئے ڈر۔"

"میں ڈر رہا ہوں، ڈر ہی رہا ہوں جمال، تجھے ڈر نہیں لگ رہا، تو کیوں نہیں ڈر رہا، توبہ کر جمال توجہ کر، تیرا یہ بہتان ہم سب کو لے ڈوبے گا۔"

"تیرا گناہ تجھے لے ڈوبے گا۔"

"خدا جانتا ہے سب، میری گواہی خدا دے گا۔"

"تیری گواہی تیری بیوی نے دے دی۔"

"وہ بدذات ہے، بدذاتوں کی گواہیاں نہیں چلتیں، دراصل وہی بدکار ہے، ہاں ہاں، یہ تو ہے یہ وہ ہے دونوں کھیل رہے ہو، دونوں۔"

"اپنا الزام اب کسی پر بھی لگا۔"

"تو نے تہمت لگا کر ٹھیک نہیں کیا، میری بیوی میری گواہ نہیں، یہ وقت گواہ نہیں، خدا زمین پر نہیں آئے گا پر خدا گواہیوں کا وقت ضرور لائے گا۔"

"اس وقت بھی میں تیرا گریبان پکڑوں گا۔"

"اس وقت کی لگامیں تیرے ہاتھ میں نہیں ہوں گی۔" یہ کہتے اس کے ہاتھ سے اس وقت کی لگامیں پھسل گئیں۔

دادی کا سر زمین سے جا لگا، عورتیں ان کی طرف لپکی انہیں اٹھا کر چارپائی پر ڈالا پانی منہ سے لگایا، تایا جی ہمت کر کے اٹھے۔

جمال کے ابا کی طرف دیکھا انہوں نے سر جھکا لیا، کہ ایسی اولاد کے باپ ہونے پر انہیں منہ ہمیشہ کے لئے چھپا لینا چاہیے، وہ انکاری ہوئے کہ یہ دونوں بیٹے ان کے نہیں، دیکھتے ہی دیکھتے وہاں موجود ہر شخص ان دونوں سے نفرت کرنے گا، انہیں ان سے گھن آئی ان

کا جی چاہا کہ انہیں دھکے دے کر وہاں سے نکال دیں، اگر جمال سچا ہے تو اس زمین پر بدکاری ہوئی، ان کا خون بدکار نکلا، اگر ہاشم سچا ہے تو اس زمین پر تہمت لگائی گئی، ان کا خون ابلیس سا نکلا، یا ایک بدکار ہے یا ایک ابلیس ہے، اس ایک کے لئے انہوں نے دونوں سے نفرت کی، جیسے کہ کرنی ہی چاہیے۔

دونوں ہی توبہ پر آمادہ نظر نہیں آئے تھے اور پھر جو گناہ کرے اور شرمندہ نہ ہو اور توبہ کی طرف نہ آئے اس کے شر سے خدا ہی بچائے۔

بڑے جن کی تیسری آنکھ تھی، انہوں نے دور تک سب کچھ اجڑتے ہوئے دیکھا، حویلی کے اوپر سے احاطے کے درختوں سے کوئی ایک بھی پرندہ پرواز کرتا، آواز کرتا نہ گزرا، انہوں نے سونگھا کے مالٹے کے باغوں سے آنے والی خوشبو مردار ہوئی، پھلوں کے رس مردار ہوئے حویلی کے احاطے سے ایک طلسم پھونکا گیا، وہ طلسم شر کا تھا، اس شر کا دھانہ دوزخ کی طرف تھا، پھول پودے، بچے بوڑھے، اس طلسم کی زد میں آئے، ایمان اور پناہ کی پرواز وہیں رکی نیکی کا پرندہ جو پر پھیلائے خیر پر پرواز کرتا ہے اس کے پر جل کر راکھ ہوئے۔

"تم دونوں اب کیا چاہتے ہو؟" تایا جی فیصلہ کرنے والے نہیں تھے وہاں کوئی بھی نہیں تھا ان کی زندگیاں ایسی تھیں کہ کہا تو مان لیا، نہ مانا تو نہ کہا، سیدھے سبھاؤ سے سب ہوتا ہوتا رہا تھا، پھر فیصلے کیسے، لیکن سب رو دینے کو تیار کھڑے تھے کیا مرد کیا بچے تو تایا جی ہی یہ سوال پوچھنے کو آگے ہوئے، اس قصے کو ختم کرنے کے لئے انہوں نے ہی ہمت کی۔

جمال منہ کھولتا اس سے پہلے ہاشم نے منہ کھولا اور ہاتھ بلند کیا۔

"میں اس عورت کو طلاق دینا چاہتا ہوں۔"

"میں اس شیطان سے طلاق لینا چاہتی ہوں۔" قرآن پر حلف لینے والی نے اپنے منہ سے اپنی عزت پر حلف لیا۔

"خدا بھی زمین پر آ جائے تو بھی یہ مرد مجھ پر حرام ہی رہے گا، اس زمین کی تہہ سے جڑی ساری زمینیں اجڑی ہی رہیں گی، اس زمین پر کھڑے ہو کر اس شیطان نے تماشہ لگایا ہے اسی زمین کی خاک اس کے منہ میں جھونکی جائے گی۔"

"میں تجھے طلاق دیتا ہوں۔" جمال نے بھڑک کر بلند آواز سے کہا، ہاشم نے اس سے بلند آواز میں حریم کو طلاق دی، لڑکیوں نے اپنے منہ پر ہاتھ رکھے، اپنی چیخیں دبائی اور ناکام رہیں۔

دسمبر کی دھوپ میں وہاں سوا نیزے کا سورج مغرب سے طلوع ہوا۔

روئی کے گالوں کی طرح ایمان اڑ گیا۔

ایک کونے سے زوال نکلا اور پر لگا کر دور تک اڑا۔

☆☆☆

دونوں چھوٹے چچا حریم اور دانیہ کو گھر کے باہر چھوڑ آئے، ہاشم اور جمال گھر سے نکل گئے۔

کچھ ہی دیر میں دونوں لڑکیوں کے گھر والے آ گئے ان کی مائیں ان کے بھائی، ان کے باپ، منہ اندھیرے تک لڑتے رہے، حویلی کے پیارے سیدھے سادے لوگ ہاتھ جوڑ جوڑ کر رو رو کر بے ہوش ہوئے رہے، نہ انہوں نے کچھ دیکھا تھا نہ ہی سنا تھا، جو قصہ ہوا

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

تھا انہیں سنا دیا تھا، ان کے پیروں کو ہاتھ لگا رہے تھے، ان کے سامنے گڑگڑا رہے تھے، جو کھیتی دس دن پہلے بوئی تھی اسے کل اجڑے دیکھ لیا تھا وہ کوئی صفائی نہیں دے رہے تھے وہ کوئی الزام نہیں لگا رہے تھے، وہ خدا نہیں بن رہے تھے بس وہ خدا کا خوف کھائے ہوئے تھے، وہ شرمندہ تھے وہ گڑگڑا رہے تھے، سنت پر کاربند پھوپھی اماں نے رات گئے اپنے سینے پر کئی ہتھ مارے وہ دہلیز پر ہی بیٹھ گئیں اور رونے لگیں، اس رات اس گھر میں کوئی نہ سو سکا، سو تو وہ اب کبھی بھی نہیں سکیں گے۔

☆☆☆

دو دن بعد ہاشم گھر آیا، رات گئے، وہ تایا جی کے پاس گیا، اس نے بہت کچھ کہنا چاہا لیکن تایا جی نے اس کے پیر پکڑ لئے۔

"صفائی یا گواہی ہمیں کچھ نہیں چاہیے، ہم پر رحم کرو، بھلے مانس ہیں، اب تو سانس بھی نہیں لیا جاتا، رحم کرو ہم پر، چلے جاؤ اور دوبارہ کبھی ہمیں اپنی شکلیں نہ دکھانا، اتنا رحم کرو بس۔"

آنکھوں پر بازو ٹکا کر ہاشم رونے لگا، بہت دیر روتا رہا پھر اتنا اونچا اس کا رونا ہوا گیا کہ کونے کونے میں اس کی آواز سنی جانے لگی، جو جو سن رہا تھا وہ وہ اپنی اپنی جگہ منہ چھپائے رو رہا تھا، اس کی اماں کو غش پڑنے لگے، اس کا ابا باغ کو بھاگ گیا، تایا جی رحم رحم کرتے رہے۔

منہ اندھیرے ہاشم وہاں سے بھاگ نکلا، جیسے کسی دیوانے پر پتھر برسائے جاتے ہیں اور وہ آگے آگے لڑکھڑا کر خوف کھا کر بھاگتا ہے ایسے ہی حویلی کے آخری سرے پر بنے بڑے کمرے سے جس کے تین دروازے اور چار قد آدم کھڑکیاں تھیں وہ اس کھڑکی میں سے قلانچ بھر کر جس کے سرے پر تایا جی نکے کھڑے تھے بھاگ گیا اسے ایسے بھاگتے سب نے دیکھا اور جس طرح میت اٹھنے پر عورتیں کہرام برپا کر دیتی ہیں ایسے ہی ہاشم کے پھاٹک سے نکل جانے پر حویلی میں کہرام برپا ہوا، ایک زندہ جوان بیٹا زندہ درگو ہوا۔

ٹھیک ایک دن بعد جمال آیا اور اسے بھی جانے کے لئے کہہ دیا وہ بھی اپنا سامان باندھ کر چلا گیا، کہانی کا یہ آغاز یہاں ختم ہوا۔

☆☆☆

بات پھیلی اور دور تک گئی، انہیں بدنامی کی پرواہ نہیں تھی، خوف تھا، کوئی تو شیطان تھا اور شیطان ان کے گھر کا راستہ دیکھ گیا تھا، حویلی کے در و دیوار گواہ بنے تھے، وہاں زوال اتر چکا تھا، تو جس کسی ایک کے اندر سے بھی خدا کا خوف جاتا رہے اور وہ شیطان سے پناہ مانگنے کی بجائے اسی کی پناہ میں آ جائے تو...... تو ایسے چیلے سے تو چرند پرند پناہ مانگتے ہیں، وہ تو بڑے بوڑھے سیانے تھے، رات رات بھر روتے رہتے، دن میں سب ساتھ نہ بیٹھتے، نظریں نہ ملاتے، ڈرے رہتے، سسکتے رہتے۔

چند ہی ہفتوں میں دادی شدید بیمار رہ کر چل بسی، پورے چالیس دن وہ چپ رہی تھیں، خاموشی کی ہی گفتگو وشنید میں مبتلا رہ کر چلی گئیں۔

مالٹے کے باغات جیسے تیسے فروخت کر دیئے، حویلی کو فروخت کے لئے لگا دیا، تایا جی کی بیٹیوں کا سسرال لیہ اور ملتان میں تھا وہ دونوں شہروں کو چھوڑ کر چکوال چلے گئے اور چکوال میں ہی ان کا کوئی جاننے والا نہیں تھا، چھوٹا گیارہ سال کا بیٹا تھا اور ایک آٹھ سال کی بیٹی ان کے ساتھ تھے۔

ہاشم کے اماں ابا اپنی بڑی بیٹی کے سسرال شہر ملتان جا بسے منجھلے چچا جن کے اٹھارہ سے پانچ سال کے چھ بیٹے تھے وہ اپنی بیوی کے میکے پر شہر چلے گئے اور سب سے چھوٹے چچا جن کے تین بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں وہ خوشاب چلے گئے، وہ اب ساتھ نہیں رہ سکتے تھے جیسے کہ وہ جان گئے تھے کہ ان کے گھر کا راستہ شیطان دیکھ گیا ہے، ایک کو دلیر بنا گیا ہے ایک کو اندر سے خوف بھاگا...... اب وہ ساتھ کیسے رہ سکتے تھے، مالٹے کے باغوں میں جاڑے کی راتوں میں بھاگنے والے سب الگ الگ ہو گئے اور زندگی کی آخری سانسوں تک وہ الگ الگ ہی رہیں گے، اب بیٹوں کی شادی کیسے کی جائیں گی اب دیوروں کی موجودگی میں دلہنیں کیسے لائی جائیں گی، اب دو یا تین یا چار بھائی ساتھ ساتھ کیسے رہیں گے، اب ایک دوسرے کی دلہنوں کو کس نظر سے دیکھا جائے گا، ان میں بگاڑ کا بیج بویا جا چکا تھا، وہ طلسم مردار کے پھونکے ہوئے تھے اب وہ زندہ کیسے ہوں گے......؟

☆☆☆

سرگودھے سے ہاشم دوسرے قریبی شہر کے ایک دربار میں جا بیٹھا دیکھنے والے دیکھتے کہ وہ وہاں رات دن روتا رہتا، چند ہفتے اسے ہی گزر گئے پھر وہ جیسے تیسے اپنے دوست کے پاس اسلام آباد گیا اور دو مہینے بعد سعودی عرب چلا گیا، وہاں اس کا ایک ہی کام تھا کہ وہ رات دن حرم میں بیٹھا رہتا اور طواف پر طواف کئے جاتا، اس طرح کے بے ہوش ہو کر گر جاتا، وہ خدا سے دعا نہیں کرتا تھا سوال کرتا تھا کہ ایسی غلیظ تہمت کے لئے بندوں میں اسے وہی بندہ ملا آزمانے کو، وہ طواف کیے جاتا، شکوے کیے جاتا روتا رہتا، وہ نماز بھی نہیں پڑھتا تھا، وہ خدا کے گھر کے گرد گھوم کر خدا کو زمین پر بلانا چاہتا تھا، ایک رات پہلی سی شدت سے ہی وہ طواف کر رہا تھا کہ گر کر بے ہوش ہو گیا، ہوش میں آیا اور گہری نیند میں چلا گیا، اس نے ایک خواب دیکھا، خواب تھا یا دوسری طرف کا پردہ چاک تھا، دیکھا کچھ نہیں جو بتاتا، سنا کچھ نہیں جو سناتا، وہ ایک عالم سے ہو کر گزرا، جب وہ جاگا تو اس نے اگلے دن عمرہ ادا کیا اور پھر وہ اپنے لئے کام ڈھونڈنے لگا۔

دوسری طرف جمال جرمنی چلا گیا، حریم کے ساتھ اس کا فون پر رابطہ تھا جو کچھ اس دن حویلی میں ہوا، وہ اس کے صرف بھڑک جانے سے ہوا، وہ...... وہ سب طے کیے نہیں بیٹھا تھا، مہندی کے بعد جتنی بھی اس کے حریم سے بات ہوئی اس سے اسے یہی معلوم ہوا کہ دونوں طرف قصہ ایک ہی ہے، اس نے اپنے بڑوں سے چھپ کر بہت سی لڑکیوں کو پسند کیا تھا اور باغ میں چھپ کر بہت کچھ چھپا کر کیا تھا، پھر ایک لڑکی نے اسے بد دعا دی کہ وہ کوڑھی ہو کر مرے گا تو وہ حقیقتاً ڈر گیا، لڑکی صوم وصلوٰۃ کی پابند تھی اور اس کے گورنمنٹ کالج کے راستے میں اس کا گھر تھا، لڑکی مدرسے جاتی تھی اور جمال نے ہی اسے رام کیا تھا، پھر اسے ایک دوسری لڑکی اچھی لگنے لگی، ہاشم ٹیکنیکل کالج میں پڑھتا تھا ورنہ اسے ضرور اس کی ایسی حرکتوں کی خبر ہو جاتی، ہاشم اس سے ڈھائی سال بڑا تھا صرف اور جمال زیادہ ہی چھوٹا اور بچہ بنتا تھا، لڑکی نے قرآنی تفسیر کی کتاب پر ہاتھ رکھ کر بد دعا دی تو وہ گئی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

راتیں سو نہ سکا اور اتنا ڈر گیا کہ توبہ کر لی، پھر اسنے دوست کی منگیتر کو ورغلا کر ساتھ لے آئے، توبہ پھر ٹوٹی، بات چھپی رہی اور لڑکی کا نکاح ہو گیا، جب بات کھلی تو اسے گھر بیٹھی کو طلاق ملی اور وہ اتنی بدنام ہو گئی کہ اس نے چھت سے لٹک کر خودکشی کر لی، یہاں توبہ پھر بنی، وہ کراچی میں تھا جب اسے یہ سب معلوم ہوا، اس کا دوست اس کے آگے روتا رہتا تھا کہ خاندانی چپقلش کی وجہ سے ان کی منگنی ٹوٹ گئی، کچھ دوست نے سوچا کچھ اس نے بھڑکایا، وہ کر گزرے۔

وہ جرمنی چلا گیا، اپنے آپ کو سنبھالے رہا، چھت سے جھولتی لڑکی وہاں بھی اس کے پاس آتی رہی، وہ پانچ وقت نماز پڑھتا پیشانی پر ہلکا سرمئی محراب بنا، اس نے حریم کو دیکھا، خوب دیکھا، وہیں توبہ پھر سے ٹوٹی، معافی مانگنے والے کو خدا ہر بار معاف کرتا ہے، معافی مانگنے والا ہر بار کے بعد احتیاط کیوں نہیں کرتا، وہ سینہ تان کر ابلیس کے تیر کمان کے آگے کیوں ڈٹ جاتا ہے، کمان سے وار نکلتے ہیں کیا خوب نکلتے ہیں۔

پہلے وہ صرف پسندیدگی اور محبت کے لفظ اور احساس سے واقف تھا پھر یہ الفاظ اسے بہت معمولی لگے، وہ کھڑے کھڑے اسے دیکھتے ہی اس کا غلام ہو گیا، عشق میں ایسے غوطہ زن ہوا کہ حریم اس کی آقا ٹھہری، وہ اس کے قدموں میں بچھ گیا، وہ سودائی ہو گیا۔

ولیمے کے بعد دو تین بار چھپ کر اس سے ملتے اس نے حریم کو بتا رہا تھا کہ وہ جرمنی جا کر دانیہ کو طلاق بھجوا دے گا پھر بہانے سے حریم بھی ہاشم سے طلاق لے لے، وہ جرمنی سے کسی اور ملک چلا جائے گا اور حریم سے شادی کر کے اسے اپنے پاس بلا لے گا، اس سے زیادہ آگے پیچھے اوپر نیچے والوں کا اس نے نہ سوچا اسے ضرورت تھی۔

ہاشم کے سو جانے پر حریم باہر باغ کی طرف آ جاتی تھی، وہ بھی آ جاتا تھا، باقی گھر والے تو وسے ہی عشاء کے بعد سو جاتے تھے۔

دو ایک بار حریم نے اسے جیسے جتایا کہ اس کا بھائی ہاشم کیسے اس کے پیچھے رہتا ہے تو جمال کا خون کھولنے لگتا، اس دن سب دھوپ میں بیٹھے تھے اور وہ خود کو چھپا کر حریم کے کمرے میں اس سے مل کر آ رہا تھا اور اس نے بتایا کہ ہاشم نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا تھا اور......

تو جمال ہاشم کی شکل بھی دیکھنا نہیں چاہتا تھا اور اس کا منہ توڑ دینا چاہتا تھا اور اس نے توڑ دیا، اس نے سب کا سب کچھ توڑ دیا۔

☆☆☆

شروع میں دانیہ خوب چیخ چلا کر روتی رہی، پھر جب اس کے اور حریم کے ابو لڑ کر مرتے مرتے بچے تو وہ چپ ہو گئی، حویلی والوں کی طرح وہ بھی الگ الگ ہو گئے، دانیہ کے ابو نے سرگودھا شہر میں ہی کسی اور جگہ الگ گھر لے لیا، وہ بھی سب رات دن آنسو چھپاتے، دانیہ کسی کونے میں چھپی رہتی اور باپ کو بھی اپنی شکل نہ دکھاتی پاک دامن عورتوں پر مجمعے میں ایسے تہمت لگا دی جاتی ہے تو ان کا جی چاہتا ہے کہ وہ کائنات کی کسی تہہ میں جا چھپے کہ انہیں خدا کو بھی اپنا منہ نہ دکھانا پڑے، تو دانیہ نے خود کو چھپا لیا، اسے اپنے باپ کی نظر پر بھی شک ہوتا کہ وہ بھی اسے وہی نہ سمجھتے ہو جو سمجھ کر اسے جمال نے سرے عام لا کھڑا کیا تھا، پہلے اسے شک گزرتا کہ وہ کسی گناہ کی مرتکب ہوئی ہے جس کی یہ

سزا ملی ہے اور پھر اسے یقین ہوا کہ ایسا ہی کچھ ہوا ہے۔

نہ ان کے یہاں کوئی جاتا نہ وہ کہیں جاتے، دانیہ کو بٹھا کر سمجھانے کی کوشش کئی بار کی گئی پھر بھی وقفے وقفے سے گھر کا ہر فرد اسے چھت پر، کمرے میں، برآمدے میں، دور آنگن کے کونے میں سسکتے دیکھ اور سن چکا تھا، وہ چودہ جماعتیں پاس تھی پرائیوٹ ایم اے کی کتابیں لا کر اس نے رکھ دی تھیں، طے یہی ہوا تھا کہ سال دو سال وہ دونوں یہیں پاکستان میں رہیں گی پھر جمال اور ہاشم انہیں ساتھ لے جائیں گے فی الحال وہ انہیں ساتھ لے کر نہیں جا سکتے تھے، اس لئے مزید پڑھنے کے لئے وہ کتابیں لے آئی تھی تایا جی اور دادی اماں کا کہنا تھا کہ وہ جسے چاہے پڑھے، یونیورسٹی چلی جائے، جو جی میں آئے کرے لیکن اماں نے کہا کہ ایسے شادی کے بعد باہر نکلنا ٹھیک نہیں وہ پرائیوٹ ہی پڑھے، چھ ماہ بعد پارٹ ون کے امتحانات تھے، اماں اس کے پاس آتیں اسے سمجھاتیں کہ وہ پڑھ لے اور وہ انہیں دیکھ کر رہ جاتی جیسا کہ اب وہ صرف ہونقوں کی طرح دیکھتی ہی تھی، ایسا دیکھنا جس میں دراصل کچھ دکھائی ہی نہیں دیتا۔

تین مہینے ان کی منگنی رہی تھی، حریم اس سے دو سال بڑی تھی رشتہ اسی کے لئے آیا تھا، پھر دانیہ کا بھی جمال کے لئے مانگ لیا گیا، دونوں کو تصویریں دکھائیں گئیں تھیں ان کی رائے لی گئی تھی، ان کی ہاں پر ہی انہیں ہاں کہا گیا تھا، بڑے ہاشم کے لئے حریم اور چھوٹے جمال کے لئے دانیہ۔

سب بہت خوش تھے کہ دونوں بہنیں ایک ہی گھر میں جا رہی ہیں، پھر باہر بھی ایک ساتھ ہی رہیں گی تو تنہا نہیں ہوں گی، جمال اس کا منگیتر تھا تو دانیہ اس کی تصویر کو دن رات کئی کئی بار دیکھتی تھی، وہ خود بھی خوبصورت تھی لیکن جمال اس سے کہیں زیادہ خوبصورت تھا، وہ اس کا ہونے والا شوہر تھا تو وہ اسے بہت پسند کرتی تھی، ایک دلہن بننے والی لڑکی کیا کیا سوچتی ہو گی یہ کوئی بھی جان سکتا ہے کہ رات دن وہ کسے نگاہوں میں رکھ کر مسکراتی ہو گی۔

جمال کمرے میں آیا تھا اور آنکھوں پر بازو رکھ کر سوتا بنا اس نے اتنا لحاظ بھی نہ کیا کہ وہ بچی بنی لڑکی سے اتنا ہی کہہ دے کہ ”روشنی گل کرو اور سو جاؤ۔“

وہ حیران پریشان پھر غم زدہ واش روم میں جا کر روتی رہی۔

کتنی ہی دیر بعد وہ باہر نکلی تو جمال سارے بیڈ پر پھیل کر سو رہا تھا وہ صوفے پر گھٹنوں میں سر دیے کر بیٹھی رہی صبح تک، پھر ایسی کئی صبحیں آئیں۔

جس شخص نے اس کا گھونگھٹ نہیں اٹھایا تھا اس شخص پر نظر پڑتے ہی وہ کانپ کر رہ جاتی، وہ اتنی خوفزدہ ہو جاتی جیسے وہ اس کا گلا ہی دبا دے گا اور کاش گلا ہی دبا دیتا، لیکن شاید اسے صرف جان لینا پسند نہیں تھا۔

اسے کاغذی طلاق مل چکی تھی اور اسے فخر تھا کہ اس کا مطالبہ اس نے بلند بانگ کیا تھا...... اگر وہ کچھ دیر وہاں اور رہتی تو وہ جمال کی زبان کاٹ دیتی، لیکن بعد ازاں اس نے اس شخص پر لعنت بھیجنا بھی گناہ سمجھا، جن کی گردنیں لعنت کے طوق سے اکڑی ہوا ان پر زبانی لعنتیں کہاں بھیجتی۔

دانیہ نے ایک آخری نظر بھی حریم کو نہ

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

دیکھا، اس نے اسے اپنی نظر کے قابل بھی نہ سمجھا، حریم نے گھر آ کر بھی انگلی اٹھا اٹھا کر اس پر تہمت لگائی، دانیہ...... دانیہ کرتی رہی۔

"یہ میرا انجام نہیں تیرا انجام ہے آپا، یہ میری تباہی نہیں تیری تباہی ہے، میں اپنی گواہ نہیں اور تو میرا خدا نہیں، چلو چلنے دو جب تک یہ زندگی چلتی ہے، یہ تہمت کا طوق میرے ہی گلے میں سہی، پھر دیکھتے ہیں، کس کے ہاتھ میں کیا ہے۔"

ان کے گھر میں بھی ویسی ہی پنچائیت لگ گئی تھی حریم رو رو کر دہائی دے رہی تھی کہ یہ سب اس کی وجہ سے ہوا، دانیہ نے یہ چند جملے ہی کہے اور پھر وہ کچھ بھی نہ بولی، دونوں خاندان زندہ درگور ہونے کے لئے الگ الگ ہو گئے۔

دانیہ کو طلاق بھی ملی اور اس پر الزام بھی لگا اور اسی کی وجہ سے حریم کو طلاق ہوئی، زمانہ اور اس کی زبان...... اور بس۔

☆☆☆

اس واقعے کے ٹھیک تیرہ ماہ بعد ان کے گھر ایک ایسا شخص آیا جسے مار دینے کا جی بھی چاہا، ان کے گھر ہاشم آیا۔

"نکل جا یہاں سے۔" دانیہ کے ابو نے اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر اسے پیچھے کو دھکا دیا، ہاشم نے ہاتھ جوڑ دیئے۔

"ایک بار آپ کو میری بات سننی ہی ہو گی، آپ کو اپنے پیاروں کی قسم، اپنی پیاری کی قسم۔" زمان صاحب کے اعصاب تن گئے۔

"تمہیں یہاں نہیں آنا چاہیے تھا، میرے بیٹے آ جائیں گے تو......"

"میں نے تو آنے میں بہت دیر کر دی۔"

"تم......؟"

"میری ایک درخواست سن لیں۔" ہاشم کے ہاتھ جڑے ہوئے ہی تھے۔

دانیہ کو معلوم نہیں تھا کہ ان کے گھر کے پہلے اور بڑے کمرے میں کون آ کر بیٹھا ہے اور وہ کیا کہنے آیا ہے۔

"چاہیں تو اپنی بیٹی اور خالہ جی کو بھی بلا لیں۔"

بیٹی کے نام پر ان کے اعصاب خونخوار سے ہو گئے۔

"تم صرف مجھ سے بات کرو۔" اتنا تو وہ جانتے تھے کہ سب کیا دھرا جمال کا تھا اسی لئے اسے اندر لا کر بیٹھا کر اس کی بات سن بھی رہے تھے۔

"میں آپ کی بیٹی سے نکاح کرنا چاہتا ہوں۔" اپنی بیٹی کی شرافت پر ہزار ایمان رکھے زمان صاحب کا ایمان گنتی میں صفر کی طرف گرنے لگا انہوں نے ہاشم کی طرف دیکھا کہ۔

زمان صاحب نے ہکلا کر بولنے کی کوشش کی اور چپ ہی رہ گئے۔

"ان پر شک نہ کریں۔"

"دفعان ہو جاؤ تم۔"

"صرف ایک بار سوچیں، جس طرح آپ کی بیٹی بے گناہ ہے اسی طرح سے میں ہوں، خدا کے گھر سے آ رہا ہوں، گواہی تو کوئی نہیں لایا دعا ضرور مانگ کر آیا ہوں، خدا ہم دونوں پر اپنا رحم کرے۔"

"چلے جاؤ۔"

"میں پھر آؤں گا، آپ سوچ لیں، اپنی بیٹی سے میری شرافت کی بابت پوچھیں، وہ ضرور بتائے گی، میری طرح وہ بھی سب جانتی

ہے۔"

وہ وہاں سے چلا آیا۔

زمان صاحب جو بھڑکے ہوئے تھے ٹھنڈے ہو گئے، اتنی بدنامی ان کی بیٹی کی ہوئی، سوچ میں ایسے غلطاں ہوئے کہ دنوں کھانا نہ کھا سکے راتوں کو سو نہ سکے، ایک دن کونے میں چھپی دانیہ کے پاس جا بیٹھے۔

"ہاشم آیا تھا، نکاح کے لئے درخواست کر کے گیا ہے، کہتا ہے بس اب وہی تمہیں خوش رکھ سکتا ہے، میں تمہیں خوش دیکھنا چاہتا ہوں، سچائی تم جانتی ہو، باپ کی بات پر سوچنا، زمانے کو میں پہلے ہی آگ لگا چکا ہوں۔"

بات بیٹوں تک پہنچی تو وہ بھڑک اٹھے۔

"خاندان والے کیا کہیں گے، کہیں گے دیکھا حریم ٹھیک ہی کہتی تھی۔"

"یقیناً لوگ کہیں گے جیسے جمال نے کہا، سچ تو خدا ہی جانتا ہے نا، لوگوں اور خدا کو میں ایک پلڑے میں کیسے رکھ لوں۔"

"خدا کی پرواہ کون کرتا ہے ابو۔"

"کرنی تو چاہیے، جمال ہی کر لیتا، اس سے اب کون شادی کرے گا میرے بچوں، کوئی کرے بھی تو شاید وہ نہ کرے، ساری عمر صفائیاں ہی دیتی رہے گی، ڈرتی ہی رہے گی، ہاشم عمرہ کر کے آیا ہے، شاید۔"

"جمال حج کر کے آیا تھا۔" بڑا بیٹا اور بھڑک اٹھا۔

"میں بہت لاچار ہوں، میں اپنی بچی کو دیوانہ بنا نہیں دیکھ سکتا، خلاؤں میں گھورتی ہے، ہواؤں سے باتیں کرتی ہے اسے مار ڈالوں گا اسے ایسے نہیں دیکھ سکتا۔" زمان صاحب رونے لگے، دانیہ کے واقعے کے بعد رو ہی دیتے تھے بات بات پر اور یہ وہ رونا تھا جس پر حق ہوتا ہے جیسے جوان بیٹے کی موت پر باپ کا رونا، حق سے رونا۔

دس دن بعد ہاشم آیا تھا دانیہ نے کہا کہ وہ خود بات کرنا چاہتی ہے۔

"یہاں کیوں آئے ہیں آپ؟"

"حکم خدا۔" ہاشم کا سر اور جھک گیا۔

"میرے لئے خدا نے حکم اتارا، عذاب اتارا تو دیا تھا اس نے۔"

"ایسے نہ کہو، وہ ہمارا رب ہے اس کے لئے ایسے بات نہ کرو۔" ہاشم کہہ کر چپ بیٹھا رہا، دانیہ اپنے آنسوؤں پونچھتی رہیں قریب ہی اماں اور ابو بیٹھے تھے، بھی چپ تھے۔

"یہ حکم میرے دل میں اترا، مجھے بندگی اور فرمانبرداری کا نیا خیال ملا، میں نہ جان سکا نہ سمجھ سکا کہ وہ سب کیوں ہوا، میں نے اپنے اندر اترنے والے ہر خیال کو خدا کا حکم جانا اور گردن جھکا دی اور پہلا حکم یہاں آنے کا تھا، وسوسے تو پیٹھ کے پیچھے سے آتے ہیں نا اور میں نے ان کی طرف پیٹھ ہی کیے رکھی، یہاں آنا وسوسہ نہیں تھا، کیا یہ کافی نہیں جان لینے کے لئے کہ خدا کیا چاہتا ہے۔" دانیہ اور سسکنے لگی۔

"مجھے خدا سے بہت شکوے ہیں، میری عزت بھی واپس نہیں آئے گی، میں تار تار ہو گئی۔"

"عزت کا فیصلہ تو ہو گا، جس کا وعدہ ہے۔"

"میں اب کسی قابل نہیں رہی۔"

"قابل تو میں بھی نہیں، بس جسے خدا توفیق دے، مجھ پر وہ بہتان لگا تو میں نے خدا کا در پکڑ لیا، اس سے اتنے سوال کیے اتنے شکوے کیے اور خدا نے کہا شکوے اور سوالوں

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کو لے کر آئے ہو، یہ شکوے اور سوال نہ ہوتے تو کبھی نہ آتے اس در پر، اس نے بڑھ کر مجھے سینے سے لگالیا اور میں نے اتنی دیر کر دی اس کے سینے کے ساتھ لگنے میں، وہ سب تو مجھے سچ لگا، نہ میں دھول مٹی ہوا نہ ہی مجھے جوتے لگے، جگ ہنسائی نہیں ہوئی، مجھ پر فقرے نہیں کسے گئے، مجھے ذلیل نہیں کیا گیا، جو ہوا چار دیواری میں ہوا، برا ہوا، بدترین نہیں، میں کیا بتاؤں کہ میرے ساتھ کتنا کم ہوا اور مجھے کس قدر زیادہ ملا، میرے دکھ، رنج والم کا راستہ خدا سے جاملا، پھر وہ دکھ کیسا، کیسی ذلت، اگر انعام خدا ہے تو میں عالم الناس میں نیلام ہونے کے لئے تیار ہوں میں پہلے ایسے تیار نہ تھا، میں پہلے اس سے نہیں ملا تھا، پہلے میں ہاتھ پھیلاتا تھا اور دنیا مانگتا تھا میں اب اٹھاتا ہوں تو اسے مانگتا ہوں، میں اسے ہر طرف سے جالوں گا، میں اسے ہر طرف سے پانا چاہتا ہوں، ایک راستہ دانیہ ہے، یہ راستہ بھی خدا کی طرف جاتا ہے، میں خدا کے لئے اسے راضی رکھوں گا، اگر تکلیف دی تو معافی مانگوں گا، اس کے عجیب کی پردہ پوشی کروں گا، اپنے عیبوں پر توبہ کروں گا، آپ میرا اعتبار کریں، میں خدا کے لئے تمہیں قبول کرنے آیا ہوں، خدا کے لئے تمہیں خوش رکھوں گا، مجھ میں سو شرعی اور دنیاوی عیب ہیں، میں شرمندہ ہوں کہ میں جمال کا بھائی ہوں لیکن فخر کرنے دیں کہ میں ایک خدا کا بندہ ہوں، میری شرافت تم جانتی ہو اور تمہاری میں، ہم دونوں ایک دوسرے کے سچے اور کھرے گواہ ہیں، اگر ہماری زندگیوں میں کوئی اور آیا تو ہمیں اپنی شرافت کی روز روز قسمیں کھانی پڑیں گی، شکوک پھر بھی نہیں جائیں گے شک کے طمانچے ہمیں پھر بھی لگیں گے۔"

"مجھے منظور ہے۔" دانیہ کہہ کر چلی گئی

اسی شام دونوں کا نکاح ہو گیا، خاندان کے چند بڑوں کو زمان صاحب نے بلایا، وہ جائز کو ناجائز نہیں بنانا چاہتے تھے، اب دنیا جتنی بھی باتیں کرے، جب فیصلہ خدا کا مانا تھا تو عزت اور ذلت کا فیصلہ بھی اسی کے سپرد کیا تھا۔

☆☆☆

دونوں کے نکاح کی خبر جنگل میں آگ کی طرح پھیلی، ہاشم کے بٹے ہوئے خاندان میں بھی ہاشم تایا جی کے پاس گیا تھا نکاح سے پہلے لیکن انہوں نے پھر سے ہاتھ ہی جوڑ دیئے، ایک بار پھر سے روکنے کے بعد وہ پلٹ آیا، اپنی اماں اور چچا کے گھر بھی گیا انہوں نے بٹھایا، کھلایا اور چلے جانے کے لئے کہا، جیسے ہی اس نے اپنی صفائی دینی چاہیے وہ منہ پھیر کر کھڑے ہو گئے، آواز گم کئے رونے لگے۔

"اگر تو قصور وار ہے تو خدا سے معافی مانگ، اگر جمال قصور وار ہے تو......تو جمال کو معاف کر دے، تم دونوں کے لئے ہم کچھ نہیں کر سکتے۔" اماں نے کہا۔

"بندہ مومن ذلیل وخوار ہو کر نہیں مرتا اور بندہ ابلیس بندہ خدا نہیں دکھتا۔" اتنی سی بات اور چچا نے چپ سادھ لی، دونوں کے نکاح سے دونوں کے خاندان میں آگ بھڑکا دی تھی، جو بہتان لگا تھا وہ سچ مانا جانے لگا، کانوں کو ہاتھ لگا کر توبہ توبہ کی جاتی۔

ہاشم دانیہ کو اپنے ساتھ لے گیا، ہاشم پر سکون تھا البتہ دانیہ وحشت زدہ سی تھی، زندگی اپنے راستے خود ہی بنا رہی تھی۔

ان دونوں کے نکاح کے ٹھیک چار مہینے بعد جمال پاکستان حریم کے گھر آیا، اس کی سنتے ہی مختار احمد نے اسے دھکے دے کر گھر سے باہر نکال دیا۔

"میرا بھائی پاگل ہو گا میں نہیں ہوا، جس خون اور جس گھر سے میری بیٹی کو غلیظ گالیاں ملی ان کے ساتھ ہمارا کوئی تعلق نہیں بنے گا۔"

دھکے کھا کر جمال پلٹ گیا۔

"میں بدنام ہو چکی ہوں۔" وہ چلائی نہیں پر چلانا ضرور چاہتی تھی اس کے باپ نے کیسے دھکے دے کر جمال کو نکال باہر کیا تھا۔

"میں نے تمہارا رشتہ دیکھ لیا ہے بہت نیک لڑکا ہے۔" مختار احمد کو سمجھ نہیں آئی کہ وہ ایسے کیوں بھڑک رہی ہے۔

"مجھے طعنے نہیں چاہیے۔"

"نہیں ملیں گے طعنے۔" اس کے بات کرنے کے انداز سے مختار احمد الجھے تو بہت لیکن سوچا بیٹی پاگل ہو رہی ہے صدمے سے۔

گھر میں جلد سے جلد حریم کی شادی کر دینے کی فضا بن گئی، جمال پھر آیا اسے پھر دھکے ملے۔

جمال نے کہا۔

"بھاگ آؤ گھر سے۔"

وہ بھاگ آتی اور پھر چھپے اور بدنامی چھوڑ آتی ابھی تو بات چھپی ہوئی تھی پھر اور کھل جاتی۔

"مجھے جمال سے شادی کرنی ہے۔"

اس نے صاف صاف اماں سے کہہ دیا سوچا بھاگنے سے پہلے بہادری دکھا دے، اماں نے اس کی طرف ایسے دیکھا جیسے وہ کہیں اوپر سے آ گری ہو۔

"حریم!"

"اماں مجھ پر بہت الزام لگے ہیں، ان الزامات کی سچائی صرف جمال ہی جانتا ہے اور وہ ہی مجھے خوش رکھ سکتا ہے۔"

باپ اب تک گئی انہوں نے اس کی گردن دبوچ لی۔

"جمال کا نام تو کیوں لیتی ہے، کون ہے وہ تیرا؟" اتنے دن مختار احمد جانے کہاں سوتے رہے تھے، اب لگا کہ بہت بڑی بھول ہوئی۔

"وہ میرا کچھ نہیں لگتا۔"

"جرمنی سے وہ یہاں تیرا ہی رشتہ مانگنے کیوں آیا ہے۔" مختار احمد کا غصہ آسمان کو چھونے لگا۔

"مجھے نہیں معلوم۔"

"تو اس کے حق میں کیوں بول رہی ہے، کیوں نکاح کرنا چاہتی ہے اس سے، باپ کے سامنے آن کھڑی ہوئی ہے، دانیہ کی باتیں سچ تھیں حریم۔" حریم ڈھیٹ بنی چپ کھڑی گردن سہلاتی رہی، رات کے پچھلے پہر اماں نے اسے گھر سے نکلتے دیکھا۔

جمال ذرا دور کار میں بیٹھا تھا، اماں نے پیچھے سے اسے جالیا۔

"آخری بار میرے ساتھ گھر چلو صبح ہی تمہارا نکاح پڑھوا دوں گی۔"

صبح ہی اس کا نکاح پڑھوا دیا گیا، رخصتی کے وقت اسے مختار احمد کی طرف سے ایک زور دار چانٹا پڑا۔

"تیرا باپ ہونے پر خدا مجھے کبھی معاف نہ کرے۔"

☆☆☆

وہ دونوں جرمنی آ گئے، جمال نے نیا فلیٹ لیا تھا کرائے پر دو کمروں اور الگ کچن

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کا، حریم نے بہت دل لگا کر اسے سجایا، یہ سجنے بننے کے کورسز ہی اس نے کئے ہوئے تھے، ایف اے کرنے کے بعد وہ شادی تک چھ چھ تین تین ماہ کے بہت سے کورسز کرتی رہی۔

اسے پڑھنے سے خاص دلچسپی نہیں تھی عملی کام وہ بہت شوق سے کرتی تھی، گھر میں اس کا دم گھٹتا تھا، صبح سے شام گھر سے باہر ہی رہتی، کٹنگ کا کورس کیا تھا تو شام کو ایک مقامی بوتیک میں جاتی تھی وہاں نت نئے ڈیزائن کے ڈریسز انہیں کاٹ کر دے کر آتی، کبھی فارغ نہیں رہتی تھی، کبھی تھکتی نہیں تھی اور دماغ ہر وقت حاضر رکھتی تھی، طبیعت میں خاموشی تھی، زیادہ بولنے والوں کے پاس ٹکتی نہیں تھی، بادل گرج رہے ہوتے بجلی چمک رہی ہوتی اور یہ منہ اٹھا کر آسمان کو دیکھ رہی ہوتی۔

اسے اپنا خالہ زاد پسند تھا لیکن وہ باہر گیا تو وہیں شادی کر لی، دو سال بعد وہ اپنی بیوی کو لے کر آیا، واپس جاتے ہی اس کی بیوی نے طلاق لے لی، آخری بار دونوں انہی کے گھر آئے تھے، خالہ نے حریم کے لئے اسی بیٹے کا رشتہ مانگا تو حریم سے پوچھ کر ابا اماں نے ہاں کر دی، چھ ماہ منگنی رکھ کر حریم نے انکار کر دیا، رو رو کر بے ہوش ہوتی رہی ابا اماں کو ایک تفصیل سنائی کہ اس کی پہلی بیوی نے فون کیا تھا دلاور کے بارے میں کیا کیا انکشافات کئے۔

منگنی ٹوٹی تو وہ انکشافات زبان زد عام ہوئے، دلاور چھوڑ دلاور کی اماں خاندان میں کسی سے رشتہ مانگنے کے قابل نہ رہیں۔

تو یہ حریم تھی، جو بہت خوبصورت تھی، اماں کہتیں کہ کوئی شہزادہ ڈھونڈے گی اس کے لئے اور شہزادہ ہی ڈھونڈا تھا ہاشم، خوبصورت تھا جمال کی طرح ہی، لیکن جمال جمال تھا اور ہاشم ہاشم۔

بس اس کی نظریں باندھ لیں تھیں جمال نے، وہ جو ایک ملکہ کی سی شان رکھتی تھی جھٹ پٹ تخت سے نیچے آئی اس کا جی چاہا کہ وہ اس کے گھٹنوں پر ہاتھ لگا کر ساری عمر بیٹھ کر اسے دیکھے، اگر یہ سب تصویر دیکھتے ہی اس پر طاری ہوا ہوتا تو اس گھر میں ایک ہی لڑکی کی بارات آتی، حریم کی اور وہ جمال لاتا، وہ سقراط بقراط کی طرح ذہین نہیں تھی دراصل وہ سقراط بقراط ہی تو نہیں تھی، وہ جھٹ پٹ لڑکی تھی، وہ ان لوگوں میں سے نہیں تھی جو کسی پرندے کو مردہ دیکھ کر ''اوہ'' کہتے ہیں اور کچھ تو اٹھا ہی لیتے ہیں کہ شاید چند قطرے پانی پلانے سے زندہ ہو جائے، وہ ان میں سے تھی جو ''مردہ پرندے'' کو دیکھ کر نہ چاہتے ہوئے بھی پاؤں مار دیتے ہیں کہ راستے میں آیا پڑا ہے گھن آتی ہے۔

''پاؤں مارنے کا بہانہ۔''

ایک بار وہ عین سڑک کے درمیان ایک بٹن ڈھونڈتی رہی تھی جو اس نے لاہور سے اپنے ماموں سے منگوایا تھا اور سلائی سینٹر سے واپسی پر وہ شاپر میں سے نکل گیا تھا، اس نے چھوٹا سا بٹن ڈھونڈ کر ہی دم لیا جو پورے سرگودھا شہر میں کسی بھی بڑی دوکان سے کسی بھی صورت نہیں مل سکتا تھا۔

تو وہ اتنے حوصلے والی، اتنی مستقبل مزاج لڑکی تھی گھبرائی نہیں تھی، نہ ہی اس کے ہاتھ پاؤں پھولتے تھے، نہ ہی اس کی شکل پر بارہ بجتے تھے، وہ روتی تھی تو بس روتی ہی تھی ضروری نہیں کہ وہ روتے ہوئے دکھی بھی ہو، ہنستے ہوئے خوش بھی ہو، ہاں جو کچھ بھی ہو، وہ

حریم کے علاوہ کسی کو نہیں بتائے گی کہ کیا ہو رہا ہے کیا ہونے جا رہا ہے، اس کی دس بارہ پندرہ سہیلیاں تھیں جن کے گھر وہ آئے دن جاتی۔

دراصل اس کی کوئی بھی سہیلی نہیں تھی کیونکہ وہ کسی کے بھی کان میں نہ گھستی نہ ہی وہ کسی کے گلے سے لگ کر روتی، وہ ان کے ساتھ ہنستی، کھاتی، مزے کرتی، بس وہ اسی کام کے لئے تھیں، وہ سہیلیاں نہیں تھیں، وہ بھی کسی کی سہیلی نہیں تھی، چند ایک بیاہ کر گئیں تو وہ ان کے نام تک بھول گئی۔

تو......تو اس نے جمال کو دیکھا اور جمال اس کا ہوا، کیسے...... کب اور کیوں وہ کیوں سوچے، اس نے گھونگھٹ اٹھا کر اسے دیکھا اور جمال کے لئے یہی کافی رہا، وہ وہیں ڈھیر ہو گیا، نہ بھی ہوتا تو وہ کر لیتی، کرنا چاہتی تھی، اب جو منی آئی تو جمال کو جھکائے بھی رکھتی خود جھکی بھی رہتی، دنیا انہی کے لئے جنت ہے، دنیا انہی سے جہنم ہے۔

ہفتے اور مہینے دل لگی اور دل وابستگی میں گزر گئے، گھومنا پھرنا اور باہر کے کھانے، جمال نے اس پر تحائف کی بارش کر دی تھی، ان دونوں نے کبھی ایک بار بھی نہ سوچا کہ وہ اپنے پیچھے کیا کر آئیں ہیں، کیا کچھ اجاڑ آئیں ہیں، ان کے نفس پر وہ قفل لگے تھے جو نفس والا خود بخوشی لگاتا ہے اور چابی، تو بہ کی چابی ڈھونڈتا بھی نہیں اور ڈھونڈنا چاہتا بھی نہیں۔

تو یہ دو قفل والے اپنے آپ میں مگن تھے، بہت زیادہ خوش تھے جیسے کہ کبھی حویلی والے تھے اور پھر ایک ایسا واقعہ ہوا جس نے انہیں سالوں کے لئے الگ کر دیا۔

☆☆☆

دانیہ ایک سکول میں پڑھانے لگی تھی وہ ایک بیٹی حاجرہ کی ماں بن گئی تھی، پہلے وہ صرف ایک دوسرے کا احترام کرتے رہے، جیسے کہ احسان کرتے والوں کا کیا جاتا ہے جیسے کہ مدد کرنے والوں کا کیا جاتا ہے، پھر وہ ایک دوسرے کو پسند کرنے لگیں جیسے چھوٹے بچوں کو پسند کیا جاتا ہے ان کی معصومیت اور ان کی صفات کی وجہ سے، ان کی فرشتہ صفتی کی وجہ سے۔

وہ ایک دوسرے کے لئے اہم تر ہو گئے، محبوب ترین ہو گئے، غلطی سے بھی وہ لوگ گزرے وقت کا ذکر نہ کرتے، خیال آ جاتا تو خدا کی پناہ مانگتے نہ زیادہ سوچتے نہ ہی تذکرہ کرتے، چند سال گزرے تو تایا جی، تائی جی اسے عمرے کے دوران ملے اس نے ان کے پیر پکڑ لئے، ناچار تایا جی اس کے ساتھ اس کے گھر گئے دو دن رہے، حاجرہ اور حلیمہ سے کافی مانوس ہو گئے ہاشم کے لئے یہی کافی تھا کہ وہ دو دن اس کے ساتھ رہ گئے تھے انہوں نے اسے بیٹے کی طرح پالا تھا اور ناز نخرے اٹھائے تھے اور وہ ایک بیٹے کی طرح ہی ان کی خدمت کرنا چاہتا تھا، اگر یہ نہیں ہو سکا تھا تو اس سے کم ہی سہی، وہ سب کا نام لے لے کر پوچھتا رہا، تایا جی اسے یہ نہیں بتا سکے کہ اس کا نام خاندان میں لینا حرام ہی سمجھو، سرگوشیوں میں بھی ان دونوں کا تذکرہ نہیں کرتے تھے، وہ اب وہ نہیں رہے، وہ اب وہ نہیں بن سکتے، بڑھاپے میں اب وہ یہی دعا کرتے ہیں کہ انہیں ان کی والدہ جیسا بستر مرگ نہ ملے جس صدمے سے ان کی جان گئی وہ صدمہ انہیں نہ ملے، دعائیں تو وہ بہت کرتے تھے اور ساری دعائیں ڈرتے ہی کرتے تھے اور ڈر ڈر کر ہی زندہ تھے، وقت سے پہلے بوڑھے ہو چکے ہیں

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

وقت سے پہلے اپنا آپ مار بیٹھے ہیں، ان کے دل میں کوئی حسرت اور چاہ نہیں، وہ آنے والے ہر وقت سے ڈرتے ہیں، پہلے وہ ہر حال میں خوش تھے، اب وہ ہر خوشی میں خوفزدہ ہیں، اب وہ شکر ادا کرتے ہیں اور صابر ہیں، بس وہ کسی صورت بھی خوش نہیں ہیں۔

لیکن جرمنی میں موجود وہ دونوں پل پل ایک دوسرے کے ساتھ خوش تھے، وہ پل پل جی رہے تھے، جیسے جمال کوئی شہزادہ ہو اور دانیہ دنیا کی آخری ملکہ، تو وہ دونوں ہی ایک دوسرے کے لئے باقی اور کافی۔

☆☆☆

آفس کے کام سے جمال قریبی دوسرے شہر میں گیا تھا، دو دن بعد رات گئے ہفتے کی رات واپس آرہا تھا اسے گھر آنے کی بہت جلدی تھی اور اس کی کار ہواؤں میں باتیں کر رہی تھیں، اس جلدی اور تیز رفتاری نے دوسری کار سے حادثہ کروا دیا جمال کی کار کی ٹکر سے دوسری کار الٹ گئی اور دو بچے اور ایک عورت موقعے پر ہی ہلاک ہو گئے، جمال نے رک کر دیکھنے کی زحمت بھی نہ کی اور اڑے ہوئے بونٹ کے ساتھ اپنی کار بھگا لے گیا۔

ٹھیک دو گھنٹے بعد اسے اس کے گھر سے گرفتار کیا گیا، وہ اس وقت بھی نشے میں تھا، اسے جیل بھیج دیا گیا، اخبارات میں خوب شور اٹھا، مرنے والے دو بچے اور عورت آفس میں کام کرنے والے اس کے کولیگ کے بیوی بچے تھے اس کا یہ کولیگ عربی تھا اور آفس میں کئی بار ان کی ناچاقی ہو چکی تھی، عجیب اتفاق تھا۔

اخبارات اور ٹی وی چینلز نے اتنا ہنگامہ کیا کہ حریم کو یقین ہو گیا کہ وہ چند دن میں ہی اسے الیکٹرک چیئر پر بٹھا کر ختم کر دیں گے، لیکن ڈیڑھ سال مقدمہ چلا اور جمال کو عمر قید کی سزا ہو گئی۔

جب وقت جج نے یہ فیصلہ سنایا دونوں ہی کمرہ عدالت میں بے ہوش ہو کر گر گئے، دونوں کو ہی سنبھالنے والا کوئی نہیں تھا، معاشی طور پر حریم کنگال ہو چکی تھی، مقدمے کے لئے اس نے رات دن کام کیا تھا، ایک ایک پیسہ جوڑا تھا بھوکی پیاسی رہی تھی رو رو کر برا حال کر لیا تھا اس نے اپنا، لیکن حاصل کچھ نہ ہوا۔

حاصل ہوئی تو وہ جدائی جسے اب وہ ختم نہیں کر سکتے تھے وہاں ہاشم اور دانیہ نہیں تھے کہ الزام لگایا، ان سے الگ ہوئے اور خود ایک ہو گئے، وہ میاں بیوی اب الگ الگ تھے، حریم کو دو کمروں کا وہ فلیٹ چھوڑنا پڑا جس کا کرایہ اب وہ ادا نہیں کر سکتی تھی وہ ایک کمرے کے ایک بوسیدہ فلیٹ میں آ گئی جمال کے ساتھ اس کی محبت اور بڑھ گئی تھی وہ اس کے سامنے روتا تھا تو وہ گھر آ کر روتی تھی، وہ ایک پل اس کے بغیر نہیں رہ سکتی تھی اور اب وہ کئی مہینے اس کے بغیر رہ چکی تھی، دونوں کو موت آ جاتی لیکن یہ نہ ہوتا۔

"تمہاری آنکھیں بہت چمکتی ہیں، کسی سے ملتی ہو جو اتنی بہار پر ہیں یہ۔" اب وہ ایسی باتیں کرتا۔

"نہ ملنے آیا کروں؟"

"تم تو یہی چاہتی ہو۔"

"تم کیا چاہتے ہو؟"

"طلاق دے دوں گا میں تمہیں۔" چلا کر کہا۔

"دے دو، ابھی دے دو۔" وہ بھی چلائی۔

"طلاق لو گی مجھ سے، مجھ سے۔" ہسٹریائی۔

"تم ہی چاہتے ہو دینا۔" سکون سے کہا۔

"تم چھوڑ کر بھاگنا چاہتی ہو مجھے، بھاگ جاؤ گی، چھوڑ جاؤ گی مجھے۔" اب وہ رونے پر آ گیا۔

"اگر میں بھاگی تو تمہارے اس رویے کی وجہ سے بھاگوں گی، تم ایسی گھٹیا باتیں کیوں کرتے ہو۔"

"صرف ایک بار کہہ دو کہ تم کسی سے نہیں ملتی۔"

"ہزار بار کہہ چکی ہوں، نہیں...... نہیں...... پورے پاگل ہو چکے ہو تم، میں اب نہیں آؤں گی تم سے ملنے۔"

"مت آنا دفعان ہو جاؤ یہاں سے۔" وہ پوری قوت سے چلایا۔

لیکن اگلی بار وہ اس سے ملنے پھر چلی جاتی، کیونکہ وہ اسے دیکھے بنا رہ نہیں سکتی تھی، اسے سنے بغیر سو نہیں سکتی تھی۔

دن بدن وہ پاگل ہوتا جا رہا تھا، نشہ کرنے سے، بڈھا کھوسٹ دکھنے لگا تھا۔

جب قید کاٹ کر وہ باہر آیا تو ایسے نظر آتا تھا جیسے صدیوں صحرا میں بھوک پیاس سہہ کر بھٹک کر، اجڑ کر، زمین پر آیا ہے، وہ جنگل کا وہ باسی تھا جو غار میں ایک رات سونے کے لئے گیا اور غار کا دھانہ بند ہو جانے سے اندر ہی چیخ چلا کر مردہ ہو گیا اور اب یہ مردہ سانس لیتا باہر آیا ہے۔

اور حریم وہ ایک ایسی عورت کی آدھ زندہ لاش ہے جسے اونچائی پر لے جا کر، گلے میں پھندہ ڈال کر صدیوں لٹکائے رکھا، نہ پھانسی دی نہ پھندا کھولا، اب اس کی گردن لٹک کر اتنی لمبی ہو چکی ہے کہ اس کے پیروں کے ساتھ چلتی ہے، مقدمے کے فیصلے کے وقت وہ گر کر بے ہوش ہو گئے تھے اب ملے تو وہ جوش وخروش بھی جاتا رہا۔

وہ پاکستان آ گئے اور ایک چھوٹے سے شہر کے ایک چھوٹے سے علاقے میں ایک دو کمروں کا گھر کرائے پر لے لیا۔

حریم کام کرتی تھی اور جمال نشہ کرتا تھا، یا وہ اسے گالیاں دیتا، یا بڑبڑاتا رہتا۔

شروع شروع میں محلے والے ان کے یہاں آتے جاتے پھر بات ایک نے سنی اور پھیل کر دور تک گئی۔

نشے میں جمال بڑبڑا رہا تھا، اپنے ماں باپ کو گالیاں دے رہا تھا اور خدا کو۔

نشے میں جمال بڑبڑاتا اور چلاتا۔

اور ہاشم کا بیٹا بشر الاسد مقامی مسجد میں اذان دیتا، اس کی اذان سننے والوں کے دلوں پر وجد طاری کر دیتی اور اس کی پکار پر لبیک کہتے جوق در جوق اللہ کے گھر کی طرف بڑھنے لگتے بے شک وہ خدا بڑا رحیم ہے رحمان ہے، وہ اپنے بندوں کو کبھی تنہا نہیں چھوڑتا، تنہا تو شیطان چھوڑتا ہے اپنے پیروکاروں کو وہ دنیا میں بھی رسوا اور آخرت میں بھی خالی ہاتھ رہتا ہے۔

☆☆☆

itsurdu.blogspot.com